محمد عبدالحکیم شرف قادری

شیشے کے گھر

MMR
مرکزی مجلس رضا لاہور

MAPPING AGENCY

Marfat.com

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوارِ آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

شیشے کے گھر

غیر مقلدین کی انگریز نوازی تاریخ کے آئینے میں

محمد عبدالحکیم شرف قادری

مرکزی مجلسِ رضا، لاہور

Marfat.com

سلسلہ مطبوعات مرکزی مجلس رضا لاہور (۶۰)

بانی مجلس حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ

59762

کتاب ــــــ شیشے کے گھر
تصنیف ــــــ محمد عبدالحکیم شرف قادری
کتابت ــــــ محمد عاشق حسین ہاشمی چینوٹ
تصحیح ــــــ حافظ بشیر احمد سدیدی معظمی
تاریخ اشاعت ــــــ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء
تعداد ــــــ چار ہزار
بار دوم ــــــ دو ہزار
اشاعت ــــــ ذوالقعدہ، اگست ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء
مطبع ــــــ محمود ریاض، پرنٹرز، لاہور
ناشر ــــــ مرکزی مجلس رضا، لاہور
ہدیہ ــــــ دعائے خیر بحق معاونین مجلس رضا

ملنے کا پتا

مرکزی مجلس رضا، پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶ لاہور
نوٹ: بیرون جات کے حضرات دو روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں

Marfat.com

فہرست

شیشے کے گھر ——— ۷
اہل حدیث کی وہابیت سے نفرت ——— ۸
انگریزی دور میں نشوونما ——— ۱۱
انگریزی دور میں اُٹھان ——— ″
تقلید ائمہ اور اجماع کا انکار ——— ۱۵
چھوٹا مُنہ اور بڑی بات ——— ۱۷
غیر مقلدین کی تقلید ——— ۱۹
فرقہ قلیلہ ——— ۲۲
فتنوں کا سرچشمہ ——— ۲۴
علماء دیوبند اور اہل حدیث ——— ″
غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ ——— ۲۶
بے ادب اور گستاخ ——— ۲۷
خصلتوں کا مجموعہ ——— ″
غیر مقلد ہونا آسان ——— ۲۸
ادب و تہذیب سے دُور ——— ″
نیت پر بھی شُبہ ——— ″
ابطالِ سُنّت ——— ۲۹
فتنوں کے بانی غیر مقلدین کے بطن سے ——— ″
انگریز کی نظرِ کرم ——— ″
بے ادب اور گستاخ ——— ۳۰
تبدیلی عنوان ——— ۳۴

Marfat.com

مُستند خیر خواہ ۔۔۔۔۔۔ ۳۶
اہلِ حدیث اور انگریز ۔۔۔۔۔۔ ۳۷
کیا یہ تحریک انگریز کے خلاف تھی؟ ۔۔۔۔۔۔ ۴۱
گردابِ حیرت ۔۔۔۔۔۔ ۴۶
گارڈنر کون تھا؟ ۔۔۔۔۔۔ ۵۰
انوکھا معیارِ تحقیق ۔۔۔۔۔۔ ۵۱
مقصدِ جہاد ۔۔۔۔۔۔ //
سرحدی مسلمانوں سے جہاد ۔۔۔۔۔۔ ۵۳
واقعۂ بالاکوٹ کے بعد ۔۔۔۔۔۔ ۵۵
گورنمنٹ سے روابط ۔۔۔۔۔۔ ۶۱
ہدیۂ نیاز لارڈ ڈفرن اور ایچی سن کے حضور ۔۔۔۔۔۔ //
ملکۂ برطانیہ کے حضور اہلِ حدیث کا ایڈریس ۔۔۔۔۔۔ ۶۳
ملکہ کا خطاب ۔۔۔۔۔۔ ۶۵
لارڈ ڈفرن کے حضور ۔۔۔۔۔۔ ۶۶
سپاسنامے کے شرکاء ۔۔۔۔۔۔ ۷۱
ایچی سن کے حضور ۔۔۔۔۔۔ //
دربار دہلی میں ارمغانِ عقیدت ۔۔۔۔۔۔ ۷۲
الاقتصاد فی مسائل الجہاد ۔۔۔۔۔۔ ۷۳
ہندوستان دارالاسلام ہے ۔۔۔۔۔۔ ۷۴
جہاد کہیں بھی نہیں ہو سکتا ۔۔۔۔۔۔ //
۱۸۵۷ء کے مجاہدین مفسد، بدکردار، باغی ۔۔۔۔۔۔ ۷۸
جہاد حرام ۔۔۔۔۔۔ ۷۹
سرٹیفکیٹ ۔۔۔۔۔۔ ۸۰
رفتارِ زمانہ سے واقف ۔۔۔۔۔۔ //

Marfat.com

خوفناک انگریزی مظالم ---------- ۷۱
مادرِ مہربان ---------- //
ملکہ ہماری سلطنت ہی کے لیے بنائی گئی ---------- ۸۲
ہم ڈنکے کی چوٹ پر گورنمنٹ کا ساتھ دیں گے ---------- //
ملکہ کی خیر خواہی میں جان دینا باعثِ فخر ---------- //
۱۸۵۷ء کے مجاہد بے وقوف تھے ---------- ۸۳
برٹش گورنمنٹ ہی میں ہماری ترقی ہے ---------- //
مسلمانوں کو برٹش کا مطیع بنانا ---------- //
انعامِ وفا ---------- ۸۴
میاں نذیر حسین دہلوی ---------- ۸۶
پہلا دَور ---------- //
دوسرا دَور ---------- ۸۸
انعام یافتہ وفادار ---------- ۹۱
حالتِ جنگ میں درس جاری رہا ---------- ۹۲
جہاد باعثِ ہلاکت و معصیت ---------- ۹۳
انگریزی میم کی حفاظت ---------- ۹۵
سرٹیفکیٹ ---------- ۹۷
راولپنڈی کی نظر بندی ---------- ۹۸
سفرِ حج اور کمشنر دہلی کی چِٹھی ---------- ۱۰۱
ہندوستان دارالامان ---------- ۱۰۲
گورنمنٹ، خدا کی رحمت ---------- //
نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ---------- ۱۰۴
زینۂ ترقی ---------- //
جہاد کا عزم گناہِ کبیرہ ---------- ۱۰۷

Marfat.com

۱۸۵۷ء کے مجاہدین مرتکب کبیرہ ——— ۱۰۸
شرائطِ جہاد مفقود ——— ۱۰۹
غدر میں اہل حدیث نے حصہ نہیں لیا ——— //
جہاد نہیں فساد تھا ——— //
سب سے زیادہ خیرخواہ؟ ——— //
ملکہ بھوپال کے اعزازات ——— ۱۱۰
دورِ ابتلاء ——— ۱۱۱
خدا یاد آیا ——— ۱۱۳
وفات ——— ۱۱۴
بحالی ——— //
تصانیف ——— ۱۱۵
دعوائے مجددیت ——— //
ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ——— ۱۱۶
ترجمۂ قرآن ——— //
انگریز ہی سلطنت کے اہل ہیں ——— ۱۱۷
انعام ——— ۱۱۹
قاضی محمد سلیمان منصور پوری ——— ۱۲۱
اہل حدیث کانفرنس کا ایک مقصد حکومت سے وفاداری ——— //
مولوی ثناء اللہ امرتسری ——— //
تفسیر یا تحریف؟ ——— ۱۲۲
مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ——— ۱۲۵
حکومت برطانیہ سے وفاداری پر اصرار ——— ۱۲۶
جبلی پیشانیاں ——— //
برٹش گورنمنٹ کے خطاب یافتگان ——— ۱۲۷

Marfat.com

شیشے کے گھر

علماء اہل سنت وجماعت کا یہ طرۂ امتیاز رہا ہے۔ وہ ارباب اقتدار کی خوشامد پر جبہ سائی کو اپنے دینی منصب اور مقام کے خلاف سمجھتے ہوئے ہمیشہ اس سے مجتنب رہے۔ وہ غیر مسلم حکمران تو کجا مسلمان سلاطین اور نوابوں سے بھی تعلقِ خاطر رکھنے کے روادار نہ ہوئے۔ ایک دفعہ امام احمد رضا خاں بریلوی سے ریاست نانپارہ کے نواب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی گئی تو آپ نے حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک نعت لکھی اور مقطع میں فرمایا:

کروں مدحِ اہلِ دُوَل رضاؔ، پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، میرا دین پارۂ ناں نہیں

ایسے بے نفس اور پیکرِ ورع وتقویٰ حضرات کا انگریزی حکومت سے راہ ورسم رکھنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خوشامد اور تملق سے کام لینے کا کوئی انصاف پسند دیانت دار تصور بھی نہیں کر سکتا، یہی روایت آج تک جاری ہے۔

پیشِ نظر مقالہ میں علماء اہل حدیث کی فکری اور سیاسی تاریخ کا ایک حصہ پیش کیا گیا ہے احسان الٰہی ظہیر کی طرح خود ساختہ نتائج اخذ نہیں کیے گئے، بلکہ ان کی کتابوں کے اقتباسات من وعن پیش کر دیئے گئے ہیں۔ مقامِ حیرت ہے کہ اتنا کمزور اور نازک ماضی رکھنے کے باوجود غیر مقلدین، علماء اہل سنت پر انگریز نوازی کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگاتے ہوئے نہیں شرماتے

Marfat.com

کچھ عرصہ سے انہوں نے اتہام پردازی کی مہم چلا رکھی ہے، اس لیے انہیں آئینہ دکھانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس مقالہ کے مطالعہ کے بعد قارئین یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے کہ ان پر "شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کلوخ اندازی" کی مثال کس قدر صحیح صادق آتی ہے ۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوارِ آہنی پہ، حماقت تو دیکھئے

اہل حدیث کی وہابیت سے نفرت

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اہل حدیث آج تک وہابیت سے نفرت اور بیزاری کا اعلان کرتے رہے ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے گورنمنٹ برطانیہ سے بڑی کوششوں کے بعد وہابی نام کی جگہ اہل حدیث منظور کرایا۔ ذیل کے چند اقتباسات اس حقیقت کو عیاں کرنے کے لیے کافی ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں،

"ہند کے لوگوں کو وہابیہ نجدیہ سے نسبت دینا کمال نادانی اور نہایت بے وقوفی اور صریح غلطی ہے۔" [1]

اس الزام کو رد کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں؛

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن و حدیث پر عامل ہیں، ان کا نام اہل سنت وجماعت ہے نہ وہابی — اور ہندوستان کے اکثر مسلمان سُنّی مذہب رکھتے ہیں نہ مذہب حنبلی — اور علماء اسلام نے جہاں تعداد بہتر فرقوں اس امتِ اسلام کی لکھی ہے اور نام بنام ان کو گنا ہے، ان میں کہیں کسی جگہ کسی فرقہ کا نام وہابیہ نہیں بتلایا

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب، ترجمانِ وہابیہ، ص ۱۴

Marfat.com

اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو دین قدیم اسلام میں کوئی نئی راہ و طریقہ یا جدید مذہب و فساد کی بات نکالے، اس کا نام بدعتی اور ہوائی ہے اور وہ دوزخیوں میں ہے، پھر کس طرح کوئی سچا مسلمان کسی نئے طریقے نکالے ہوئے پر چل سکتا ہے اور وہ کب کسی لقب جدید کو اپنے لیے پسند کرے گا۔[۱]

غور کیجیے نواب صاحب کتنی صراحت کے ساتھ کہہ گئے ہیں کہ وہابی نجدی سچے مسلمان نہیں، بلکہ دوزخی ہیں، اس کے علاوہ حنبلیوں کے سُنّی ہونے کی بھی نفی کر گئے ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کی ادارت میں شائع ہونے والا جریدہ "اشاعۃ السنۃ" تمام اہل حدیث کا ترجمان رہا ہے، اس میں لکھا ہے:

"اہل حدیث کو وہابی کہنا لائبل (مزیل حیثیت) ہے"۔[۲]

نیز لکھا:

"وہابی باغی و نمک حرام"۔[۳]

غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

"وہابی کا لفظ اس لیے بھی غلط تھا کہ یہاں کے اہل حدیث کو نجد کے وہابیوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اہلِ نجد حنبلی ہیں۔ اہل حدیث کسی امام کے مقلد نہیں، لیکن انگریزوں نے انہیں زبردستی "وہابی" کہنا شروع کیا، اس کے خلاف جتنی کوششیں ہوئیں، وہ بالکل درست تھیں"[۴]

---

[۱] صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب: ترجمانِ وہابیہ ص ۱۴

[۲] اشاعۃ السنۃ: ج ۱۰، شمارہ اوّل، ص ۱۰ (حاشیہ)

[۳] ایضاً: ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۴

[۴] غلام رسول مہر، افاداتِ مہر (مرتبہ ڈاکٹر شیر بہادر خاں پنی)، شیخ غلام علی، لاہور، ص ۲۳۶

Marfat.com

مگر آج کے اہل حدیث بڑے فخر سے اپنا تعلق وہابیت اور محمد بن عبدالوہاب نجدی سے
جوڑ رہے ہیں، آخر کیوں؟ سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ نجدی ریالوں کی چمک دمک اپنی جانب
کھینچ رہی ہے۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے؛

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ

ذرا افراطِ عقیدت دیکھیے؛ مجدد الدعوة السلفية فی شبه الجزیرة امام
اهل التوحید محی السنة قاطع الشرك والبدعة شیخ الاسلام محمد بن عبد
ایک ایک لفظ میں ریالوں کی کھنک محسوس کی جا سکتی ہے۔

شرف قادری

۷ ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ
۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انگریزی دور — زمانۂ ترقی

متحدہ پاک و ہند میں انگریز کی آمد تک تمام مسلمان سُنّی حنفی مسلک سے وابستہ تھے۔ سلاطین بھی اکثر و بیشتر حنفی تھے، البتہ بعض بادشاہوں نے نئی راہیں اپنانے کی کوشش کی، مگر انہیں عامۃ المسلمین کی تائید و حمایت حاصل نہ ہو سکی۔ بعض مقامات پر فقہ جعفری کے پیروکار بھی پائے جاتے تھے۔ کہیں کہیں فقہ شافعی پر عمل کرنے والے بھی موجود تھے مگر غالب اکثریت احناف ہی کی تھی۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں،

"خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں — اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔"[۱]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں،

"اور ہند کے اکثر حنفی اور بعض شیعے اور کمتر اہل حدیث ہیں۔"[۲]

---

[۱] صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب: ترجمان وہابیہ ص [illegible]

[۲] ایضاً: [illegible]

Marfat.com

جب سے اس سرزمین پر انگریز کے منحوس قدم آئے، تو دین و مذہب سے آزادی اور بے راہروی کی رو بھی چل نکلی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث لکھتے ہیں:

"اے حضرات! یہ مذہب سے آزادی اور خودسری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان رہنے نہیں دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے"[۱]

آزاد روی کی یہ ہوا اتفاقاً نہیں چلی تھی، بلکہ اس میں انگریزی حکومت کی منشا بھی شامل تھی۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

"فرمانروایانِ بھوپال کو ہمیشہ آزادگی مذہب میں کوشش رہی جو خاص منشا گورنمنٹ انڈیا کا ہے ...... دولتِ عالیہ برٹش نے اس معاملہ میں قدیماً و حدیثاً ہر جگہ انصاف پر نظر رکھی ہے، کسی جگہ مجرد تہمت و افترا پر کارروائی خلافِ واقع نہیں فرمائی، بلکہ اشتہارِ آزادی مذہب جاری کیے"[۲]

مزید لکھتے ہیں:

"اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے اور ایک مذہبِ خاص پر جو باپ دادوں کے وقت سے چلا آتا ہے، جما ہوا ہے۔"[۳]

خاص طور پر حنفی، شافعی وغیرہ مذاہب سے آزادی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ آزادگی ہماری مذاہبِ جدیدہ سے عین مراد قانونِ انگلشیہ ہے"[۴]

---

[۱] محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنۃ ج ۱۹، شمارہ ۸، ص ۲۵۵

[۲] صدیق حسن خاں بھوپالی: ترجمانِ وہابیہ (مطبع محمدی، لاہور) ص ۳

[۳] ایضاً: ص ۵

[۴] ایضاً: ص ۲۰

Marfat.com

ملکہ وکٹوریہ کے جشنِ جوبلی پر غیر مقلدین کی طرف سے جو ایڈریس (سپاسنامہ) پیش کیا گیا اُس کی ایک شق یہ تھی:

"وہ خصوصیت ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اسی سلطنت میں حاصل ہے۔ بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔" [۱]

مولوی محمد حسین بٹالوی، حکومت کے "وہابی" کی بجائے اہل حدیث نام الاٹ کرنے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فرقہ اہل حدیث، گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق رسی کا معترف ہے اور اپنے ہر دل عزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ وائسرائے لارڈ ڈفرن اور اپنے پیارے اور رحم دل اور فیاض لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایچی سن کا تہِ دل سے شکر گزار ہے اور بعوض و شکریہ اس احسان اور احسانات سابقہ گورنمنٹ کے (جو بشمول دیگر رعایا خصوصاً اہلِ اسلام اس فرقہ پر مبذول ہیں) علی الخصوص احسان آزادی مذہبی کے (جس سے یہ فرقہ عام اہلِ اسلام سے بڑھ کر ایک خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھا رہا ہے) [۲]

ایک جگہ تو پوری صراحت کے ساتھ غیر مقلدین کی آزاد روی کو انگریزی حکومت کے اشارۂ ابرو کا مرہونِ منت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ لوگ (غیر مقلدین) اپنے دین میں وہی آزادگی برتتے ہیں، جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے، خصوصاً دربارِ دہلی میں جو سب درباروں کا سردار ہے . . . یہ آزادگی سرکار برٹش کو یا اُن کو جو اس حکومت میں اظہار

---

[۱] محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنۃ ج ۹ شمارہ ۷، ص ۲۰۶

[۲] ایضاً: ص ۲۰۳

Marfat.com

اپنی آزادگی مذہب خاص کا کرتے ہیں، مبارک رہے۔ اب تامل کرنا چاہیے کہ دشمن سرکار کا وہ ہوگا جو کسی قید میں اسیر (مقلد) ہے یا وہ ہوگا جو آزاد فقیر (غیر مقلد) ہے"۔ ؎

محمد حسین بٹالوی اپنے فرقے کا تعلق تمام سلف صالحین سے قطع کر کے صرف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقلد ہونا ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ فرقہ اہل حدیث بجز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی (ابوبکر، عمر فاروق، علی مرتضیٰ، عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کسی تابعی (حسن بصری، زہری، سعید بن المسیب وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کسی امام (ابو حنیفہ، شافعی، مالک احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کسی صوفی (جنید بغدادی، شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کسی مولوی زندہ یا مردہ کا محض مقلد نہیں ہے اور اسی وجہ سے اس گروہ کا نام ان کے مخالفوں نے لامذہب (غیر مقلد) رکھا ہوا ہے"۔ ؎

گویا صِرَاطَ الَّذِینَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ والا صراطِ مستقیم فرسودہ ہو چکا تھا اس لیے نئے راستے کی ضرورت پیدا ہوئی۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اس فرقہ کے نو پیدا ہونے کی شہادت دیتے ہیں:

فقد نبتت فی هٰذا الزمان فرقة ذات سمعة ورياء تدعی لانفسها علم الحديث والقرآن والعمل بهما على العلات فی كل شان مع انها ليست فی شیئ من اهل العلم والعمل والعرفان ؎

؎ صدیق حسن خاں بھوپالی: ترجمانِ وہابیہ، ص ۳

؎ محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۳، ص ۴۲

؎ صدیق حسن خاں بھوپالی: الحطہ (اسلامی اکیڈمی، لاہور) ص ۱۵۲

Marfat.com

"اس زمانہ میں نمائش اور ریاکاری کا عادی فرقہ پیدا ہوا ہے جو اپنے علاتی بھائیوں (احناف) کے مقابل حدیث وقرآن کے علم اور ہر معاملے میں قرآن وحدیث پر عمل کا دعویٰ کرتا ہے، حالانکہ علم، عمل اور معرفت میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔"

میاں نذیر حسین دہلوی کے استاذ اور خسر مولانا عبدالخالق فرماتے ہیں:

"سو بانی مبانی اس طریقۂ احداث (غیر مقلدین) کا عبدالحق ہے جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے۔"[1]

مولوی محمد شاہ شاہجہانپوری جو خود غیر مقلد ہیں، لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں۔ پچھلے زمانہ میں شاذونادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں توہوں، مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔

اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔"[2]

تقلید ائمہ اور اجماع کا انکار

ہندوستان کے مسلمانوں کی عظیم اکثریت مذہب حنفی سے وابستہ تھی۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

---

[1] عبدالخالق، مولانا: تنبیہ الضالین (مطبع ریاض ہند، آگرہ) ص ۳

[2] بشیر احمد قادری: اہل حدیث اور انگریز (ابوحنیفہ اکیڈمی فقیروالی) ص ۱۶-۱۵ بحوالہ الارشاد الی سبیل الرشاد، ص ۱۳

Marfat.com

"اور ہند کے اکثر حنفی اور بعض شیعے اور کمتر اہل حدیث ہیں"۔ ؎۱

ایسے عالم میں تشکیک کی فضا قائم کرنا اور عامۃ المسلمین کو ائمہ دین کی پیروی سے منع کرنا، وحدتِ ملی کے ختم کرنے کی جانب پہلا قدم تھا، غیر مقلدین کے پہلے امام شاہ اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

"اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں کتنے پہلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں۔ کتنے قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کتنے مولویوں کی باتوں کو جو انہوں نے اپنے ذہن کی تیزی (اجتہاد) سے نکالی ہیں، سند پکڑتے ہیں اور سب سے بہتر راہ یہ ہے کہ اللہ و رسول کے کلام کو اصل رکھئے اور اس کی سند پکڑیئے"۔ ؎۲

حالانکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ مقلدین قرآن و حدیث کے ان احکام پر عمل کرتے ہیں جو ائمہ دین نے بیان کیے جن کے علم و فضل اور تقویٰ و دیانت پر تمام دنیا کے مسلمان متفق ہیں۔ جبکہ غیر مقلدین براہِ راست قرآن و حدیث سے احکام حاصل کرنے اور اجتہاد کے مدعی ہیں۔ ان غیر مقلدین کو قرآن و حدیث کے فہم میں ائمہ مجتہدین سے کیا نسبت؟ جن کی جلالت اور ثقاہت پر دنیا کے تمام مسلمان متفق ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاذا كان جاهل فى بلاد الهند او بلاد ماوراء النهر وليس هناك عالم شافعى ولا مالكى ولا حنبلى ولا كتاب من كتب هذه المذاهب وجب عليه ان يقلد لمذهب ابى حنيفة ويحرم عليه ان يخرج من مذهبه لانه حينئذ يخلع ربقة الشريعة ويبقى سدا مهملا ؎۳

؎۱ صدیق حسن خاں بھوپالی: ترجمانِ وہابیہ ص ۵۷

؎۲ اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان (اخبار محمدی دہلی) ص ۳

؎۳ ولی اللہ، محدث دہلوی، شاہ: الانصاف (مکتبہ ایشیق استانبول) ص ۲۲

Marfat.com

"جب ہند اور ماوراء النہر کے شہروں میں کوئی بے علم شخص ہو اور وہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہ ہو اور ان مذاہب کی کوئی کتاب بھی نہ ہو تو اس پر امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید واجب ہے اور اس پر حرام ہے کہ امام کے مذہب کو ترک کرے کیونکہ وہ اس وقت شریعت کا قلادہ (گلے سے) اتار پھینکے گا اور بے کار اور مہمل رہ جائے گا۔"

چھوٹا مُنہ اور بڑی بات

نواب صدیق حسن خاں اپنے زمانہ کے مدعیانِ علم کے بارے میں لکھتے ہیں، اس سے واضح ہو جائے گا کہ عالم کون ہے اور بے علم کون؟

ان قصارى نظر ابناء هذا الزمان فى علم الحديث فى مشارق الانوار فان ترفعت الى مصابيح البغوى ظنت انها تصل الى درجة المحدثين وما ذاك الا لجهلهم بالحديث بل لو حفظهما عن ظهر قلب وضم اليهما من المتون مثلهما لم يكن محدثا (حتى يلج الجمل فى سم الخياط) وانما الذى يعده اهل الزمان بالغا الى النهاية وينادونه محدث المحدثين وبخارى العصر من اشتغل بجامع الاصول لابن الاثير مع حفظ علوم الحديث لابن الصلاح او التقريب للنووى الا انه ليس فى شيئ من رتبة المحدثين [1]

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، الحطہ، ص ۱۵۲

"علم حدیث میں ہمارے معاصرین کی نظر زیادہ سے زیادہ مشارق الانوار تک ہے اور اگر وہ امام بغوی کی مصابیح تک پہنچ جائیں تو اس زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ درجۂ محدثین تک پہنچ گئے ہیں، حالانکہ وہ اگر ان دونوں کتابوں کو زبانی یاد کر لیں اور ان کے علاوہ دیگر متون بھی حفظ کر لیں تو وہ محدث نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے۔

ہمارے معاصرین جسے انتہا کو پہنچا ہوا شمار کرتے ہیں اور اسے محدثوں کا محدث اور بخاری عصر کہتے ہیں وہ ہے جو ابن اثیر کی جامع الاصول (کے پڑھنے پڑھانے) میں مصروف ہو اور ابن صلاح کی علوم الحدیث یا امام نووی کی تقریب اسے یاد ہو حالانکہ اسے، محدثین کا کوئی مرتبہ حاصل نہیں ہے۔"

خود نواب صاحب نے ائمہ مجتہدین کی راہ پر چلنے سے جا بجا انکار کیا ہے دنیا بھر کے حنفی شافعی، مالکی اور حنبلی مسلمانوں کے اجماع کو قبول کرنے سے گریز کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں :

ہم ایک خدا کے ماننے والے اور ایک نبی برحق کی چال چلنے والے اپنے تئیں کسی اگلے بڑے اماموں کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ نہ اپنے تئیں حنفی اور شافعی کہتے ہیں اور نہ حنبلی اور مالکی کہنے سے راضی ہوتے ہیں۔ [۱]

اس سے چند سطر بعد اجماع کو نظر انداز کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب و سنت (اجماع کا کوئی ذکر نہیں) کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھیراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔" [۲]

---

[۱] صدیق حسن خاں بھوپالی: ترجمان وہابیہ، ص ۱۹

[۲] ایضاً، ص ۲۰

Marfat.com

ائمہ مجتہدین کے اجتہادات کو مکروفریب اور امتِ مسلمہ کی غالب اکثریت کو خرابیوں کے جال میں گرفتار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور پر ظاہر ہے کہ سرچشمہ سارے جھوٹے حیلوں اور مکروں کا اور کان تمام فریبوں اور دغابازیوں کی علم رائے (اجتہاد) ہے جو مسلمانوں میں بعد پیغمبر برحق کے پھیلا ہے اور مہاجال ان سب خرابیوں کا بول چال فقہاء اور مقلدوں کی ہے۔"[1]

چند سطر بعد اس سے بھی آگے کی خبر دیتے ہیں اور لکھتے ہیں:

"غرض یہ کہ اگر غور سے دیکھو اور خوب خیال کرو، تو سارے عالم کا فساد اور تمام خرابیوں کی بنیاد یہی گروہ ہے جو اپنے آپ کو کسی مذہب وغیرہ کا مقلد کہتا ہے۔"[2]

نواب وحید الزمان جو خود بھی غیر مقلد ہیں، اپنے بھائیوں کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں، انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین اور صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر، صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو تفسیر آ چکی ہے، اس کو بھی نہیں سنتے ہیں۔"[3]

غیر مقلدین کی تقلید

لطف کی بات یہ کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید کو عار جاننے والے، ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی کے اقوال کے آگے مقلدانہ سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ نواب وحید الزماں اس غلو

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمانِ وہابیہ ص ۲۴

[2] ایضاً: ص ۲۴

[3] محمد عبدالحلیم چشتی، حیات وحید الزماں (نور محمد کراچی) ص ۱۰۲ (بحوالہ وحید اللغات، مادہ شر شعب)

Marfat.com

پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؛

"ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب شہید نور اللہ مرقدہم کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے۔ جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا، بس اس کے پیچھے پڑ گئے، بُرا بھلا کہنے لگے۔

بھائیو! ذرا تو غور کرو اور انصاف کرو، جب تم نے ابو حنیفہ اور شافعی کی تقلید چھوڑی، تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟" [1]

اسی لیے میاں نذیر حسین دہلوی کے استاذ اور خسر مولانا عبد الخالق لکھتے ہیں ؛

"جیسے یہ نئے مذہب والے (غیر مقلدین) ہیں کہ کسی مذہب کو نہیں مانتے تو وہ مقرر اجماع امتِ مرحومہ کا مخالف ہے، اُس کو محمدی خالص جاننا عین ضلالت ہے۔" [2]

مولانا عبد الحی لکھنوی اس قسم کے نوپید افرقوں کے ظہور اور ان کے پیدا ہونے کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؛

ولعمری افساد هؤلاء الملاحدة وافساد اخوانهم الاصاغر المشهورين بغير المقلدين الذين سموا انفسهم باهل الحديث وشتان ما بينهم وبين اهل الحديث قد شاع فی جميع بلاد الهند وبعض بلاد غير الهند فخربت به البلاد ووقع النزاع والعناد فالی الله

---

[1] محمد عبد الحلیم چشتی، حیات وحید الزماں (بحوالہ وحید اللغات) ص ۱۰۲

[2] عبد الخالق، مولانا، تنبیہ الضالین (مطبع ریاض ہند، آگرہ) ص ۳۹

Marfat.com

المشتکیٰ والیہ المتضرع والملتجی بدأ الدین غریبا وسیعود غریبا فطوبیٰ للغرباء۔

ولقد کان حدوث مثل ھؤلاء المفسدین والملحدین فی الازمنۃ السابقۃ فی ازمنۃ السلطنۃ الاسلامیۃ غیر مرۃ فقابلتھم اساطین الملۃ وسلاطین الامۃ بالصوارم المنکبۃ واجروا علیھم الجوازم المفنیۃ فاندفعت فتنتھم بھلاکھم ولما لم تبق فی بلاد الھند فی اعصارنا سلطنۃ اسلامیۃ ذات شوکۃ وقوۃ عمت الفتن واوقعت عباد اللّٰہ فی المحن فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون[1]

"ملحد نیچریوں کے چھوٹے بھائی غیر مقلدین ہیں جنہوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہوا ہے، حالانکہ ان کے اور اہل حدیث کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان دونوں فرقوں کا فساد ہندوستان کے تمام شہروں اور بیرونِ ہند کے بعض شہروں میں پھیل گیا ہے، چنانچہ شہر خراب ہو گئے اور جھگڑا اور عناد پیدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں شکایت، عاجزی اور التجا ہے، دین کی ابتدا غربت میں ہوئی اور وہ پھر غریب ہو جائے گا، پس غرباء کے لیے خوشخبری ہے۔

ایسے مفسدین اور ملحدین، گزشتہ ادوار میں اسلامی سلطنت کے زمانے میں کئی دفعہ پیدا ہوتے رہے، ملتِ اسلامیہ کے سلاطین تلواروں سے ان کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کے خاتمہ کے حتمی احکام صادر کرتے رہے۔ چنانچہ ان کی

---

[1] عبدالحی لکھنوی، مولانا: الآثار المرفوعۃ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ص ۹

Marfat.com

ہلاکت کے ساتھ ان کا فتنہ سرد ہوتا رہا اور جب ہمارے زمانے کے ہندوستان میں قوت و شوکت والی اسلامی سلطنت باقی نہ رہی تو فتنے عام ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مصیبتوں میں ڈال دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں:

"راقم کو اگر کوئی طنز سے وہابی کہتا ہے تو تردید کی ضرورت نہیں سمجھتا لیکن اگر کوئی اہل حدیث کے نام سے یاد کرے تو اس سے برات کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اہل حدیث سے تحزب اور گروہ بندی کی بو آتی ہے۔"[1]

فرقۂ قلیلہ

پاک و ہند میں غالب اکثریت سُنّی حنفی مسلمانوں کی رہی ہے۔ غیر مقلدین ہمیشہ تعداد میں کم رہے ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف خود انہیں بھی رہا ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے ہم خیال علماء کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پھر خاص اپنے گروہ جو عام مسلمانوں کی نسبت ایسے ہیں جیسے آٹے میں نمک کی قلت پر اور عام مسلمانوں کی نظروں میں ان کی حقارت اور ذلت پر ترس کھائیں۔ اس قلت اور ذلت کو اور نہ بڑھائیں۔"[2]

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کہتے ہیں:

"خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔"[3]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

---

[1] مسعود عالم ندوی: حاشیہ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک (ادارہ مطبوعات سلیمانی، لاہور) ص ۲۹

[2] محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنۃ، ج ۷، شمارہ ۱۲، ص ۳۷۰

[3] صدیق حسن بھوپالی: ترجمان وہابیہ ص ۱۰

59761

Marfat.com

"حنفیہ جن سے یہ ملک بالکل بھرا ہوا ہے۔" [1]

ان کا یہ قول بھی قابلِ ملاحظہ ہے :

"اور ہند کے مسلمان، اکثر حنفی اور بعضے شیعہ اور کمتر اہل حدیث۔" [2]

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں :

"امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اَسّی سال قبل پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔" [3]

طرفہ تماشا یہ کہ اس تمام تر قلت اور ذلت کے باوجود دنیا بھر کی برائیوں کا الزام سوادِ اعظم احناف کو دینے سے باز نہیں آتے اور صاف صاف کہہ دیتے ہیں :

"اگر غور سے دیکھو اور خوب خیال کرو تو سارے عالم کا فساد اور تمام خرابیوں کی بنیاد یہی گروہ ہے جو اپنے آپ کو کسی مذہب وغیرہ کا مقلد کہتا ہے۔" [4]

مطلب یہ ہوا کہ ہندوستان میں اسلام کی آمد سے آج تک جو جماعت غالب اکثریت کے ساتھ موجود رہی، وہ جھوٹی ہے اور سچا فرقہ صرف وہ ہے جو انگریز کی آمد کے بعد پیدا ہوا' فیاللعجب !

مولوی بشیر احمد قادری دیوبندی لکھتے ہیں :

"سارے عالمِ اسلام میں غیر مقلدین کا فرقہ باقاعدہ جماعتی رنگ میں کبھی پہلے تھا اور نہ ہی اب موجود ہے۔ صرف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی : ترجمان وہابیہ ص ۱۵

[2] ایضاً ص ۵۷

[3] ثناء اللہ امرتسری، شمعِ توحید (مطبوعہ سرگودھا) ص ۴۰

[4] صدیق حسن خاں بھوپالی : ترجمانِ وہابیہ ص ۲۴

Marfat.com

یہ فرقہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے، لیکن ہندوستان میں انگریز کی حکمرانی سے قبل اس گروہ کا کہیں بھی نام و نشان تک نہ تھا۔ ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور و وجود، انگریز کی نظرِ کرم اور چشمِ التفات کا رہینِ منت ہے۔" ؎۱

فتنوں کا سر چشمہ

سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کا راستہ اور طریقہ نہ صرف صراط الذین انعمت علیہم کا مصداق ہے، بلکہ ان حضرات کی پیروی وہ بابرکت قلعہ ہے جس کے اندر رہنے والا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نئے نئے فتنوں سے محفوظ اور مامون رہتا ہے اور جب کوئی شخص ان حفاظتی حدود کو پھلانگ جاتا ہے، تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس گڑھے میں جا گرے گا۔

غیر مقلدین نے اتباعِ ائمہ کی رسی اپنی گردن سے کیا اتاری کہ جو شخص جس شکاری کی زد میں آیا، اسی کے جال میں گرفتار ہو گیا۔

غیر مقلد عالم قاضی عبد الاحد خانپوری لکھتے ہیں،

"پس اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین، مخالفین، سلف صالحین جو حقیقت ماجاء بہ الرسول سے جاہل ہیں، وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں، شیعہ و روافض کے، یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف، یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں، ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہٖ مثل اہلِ تشیع۔" ؎۲

محمد سعید الرحمٰن علوی دیوبندی لکھتے ہیں،

؎۱ بشیر احمد قادری، اہل حدیث اور انگریز (ابو حنیفہ اکیڈمی، فقیر والی) ص ۶

؎۲ ایضاً، غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں (مطبوعہ فقیر والی)، ص ۳۰

Marfat.com

"دعویٰ تو اہل حدیث ہونے کا ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ نیچریت، انکارِ حدیث، قادیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے"[1]

محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں؛

"سرسید کا مذہب اسلامی دنیا کو معلوم ہے کہ عقلی تاویلات، اور ملاحدۂ یورپ کے خیالات تھے، چند روز انہوں نے اہل حدیث کہلایا۔"[2]

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں؛

"سید احمد خاں سی ایس آئی دعویٰ وہابیت کا کرتے ہیں۔"[3]

محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں؛

"قادیان میں مرزا پیدا ہوا، تو اُس کو بھی اہل حدیث کے مولوی حکیم نورالدین بھیروی۔ جموں اور مولوی احسن امروہوی بھوپالی نے ویلکم یا لبیک کہا۔

فتنۂ انکارِ حدیث (چکڑالوی مذہب) نے مسجد چینیا نوالی میں جو اہلحدیث کی مسجد ہے، جنم لیا اور چٹو و محکم الدین وغیرہ (جو اہل حدیث کہلاتے تھے) کی گود میں نشوونما پایا اور یہی مسجد بانیٔ مذہب چکڑالوی کا ہیڈ کوارٹر بنایا گیا۔"[4]

آج کل احسان الٰہی ظہیر اسی مسجد کے خطیب ہیں۔

مولوی بشیر احمد قادری دیوبندی لکھتے ہیں؛

"اس مقصد کے لیے بھی غیر مقلدین نے اس (انگریز) کو چند نہایت موزوں افراد فراہم کیے۔ یہ تھے لاہور کی چینیا نوالی مسجد کے خطیب عبداللہ چکڑالوی،

---

[1] بشیر احمد قادری؛ اہل حدیث اور انگریز (مقدمہ) ص ۳

[2] محمد حسین بٹالوی؛ اشاعۃ السنۃ ج ۱۹ شمارہ ۸، ص ۲۵۲

[3] صدیق حسن بھوپالی؛ ترجمانِ وہابیہ ص ۵۷

[4] محمد حسین بٹالوی اشاعۃ السنۃ، ج ۱۹، شمارہ ۸، ص ۲۵۲

Marfat.com

احمد دین بگوی، اسلم جیراجپوری، نیاز فتح پوری اور اُن کے اتباع و اذناب یہ اشخاص انگریز کی آرزوؤں، خواہشوں اور تمناؤں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نہایت تیزی سے آگے بڑھے اور فرقۂ انکارِ حدیث کی بنیاد رکھی"۔ ؎١

مولوی بشیر احمد دیوبندی "خیر التنقید" کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"جناب بٹالوی صاحب ..... لکھتے ہیں :— پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر و ارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترکِ تقلید بڑا بھاری سبب ہے"۔ ؎٢

عُلماءِ دیوبند —— اور اہلِ حدیث

دیوبندی مکتبِ فکر کے 'اعتقادیات میں اہلِ حدیث کے ساتھ متفق ہونے کے باوجو اہلِ حدیث کے بارے میں تاثرات لائقِ مطالعہ ہیں۔

غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ

مولوی اشرف علی تھانوی، محمد حسین بٹالوی کے بارے میں کہتے ہیں :

"مولانا موصوف غیر مقلد تھے، مگر منصف مزاج۔ حضرت (تھانوی صاحب) نے فرمایا کہ میں نے خود ان کے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں ان کا یہ مضمون دیکھا ہے

؎١ بشیر احمد قادری، اہلِ حدیث اور انگریز ص ١١-١٠

؎٢ ایضاً، اہلِ حدیث اپنے اکابر کی نظر میں ص ٣٤

Marfat.com

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :

"پچیس سال کے تجربہ سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ ہے۔"

حضرت گنگوہی نے اس قول کو سبیل السداد میں نقل کیا ہے۔" [۱]

تھانوی صاحب کے چند اقوال ملاحظہ ہوں :

"ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدی بے عقلی کی دلیل ہے، بے دینی کی نہیں، ہاں جو ائمہ مجتہدین پر تبرا کرے، تو بے دینی ہے۔" [۲]

بے ادب اور گستاخ

"ایسے ہی اکثر غیر مقلد ہیں، حدیث کا تو نام ہی نام ہے۔ محض قیاسات ہی قیاسات ہیں، اپنے ہی مقلد ہیں، حدیث کی تو ہوا بھی نہیں لگی اور ایک چیز کا تو ان میں نام و نشان نہیں، وہ ادب ہے، نہایت ہی گستاخ اور بے ادب ہوتے ہیں جو جس کو چاہتے ہیں کہہ ڈالتے ہیں، بڑے جری ہیں اس باب میں اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنے والا بڑے ہی خطرہ میں ہوتا ہے سوء خاتمہ کا" [۳]

رخصتوں کا مجموعہ

"حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کے مذہب کا حاصل مجموعۂ رخص (رخصتوں پر عمل کرنا) ہے جس کا نتیجہ اکثر بددینی ہے" [۴]

---

[۱] محمد شفیع، مفتی : مجالس حکیم الامت (دارالاشاعت کراچی) ص ۲۴۲

[۲] ایضاً : ص ۲۳۴

[۳] محمد اشرف علی تھانوی : افاضات یومیہ (ادارۂ تالیفات اشرفیہ ملتان) ج ۴، ص ۲۴

[۴] ایضاً : ج ۴، ص ۲۶۹

Marfat.com

غیر مقلّد ہونا آسان

"غیر مقلّد ہونا تو بہت آسان ہے، البتہ مقلّد ہونا مشکل ہے، کیونکہ غیر مقلّدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کرلیا، جسے چاہا بدعت کہہ دیا، جسے چاہا سنّت کہہ دیا، کوئی معیار ہی نہیں، مگر مقلّد ایسا نہیں کر سکتا، اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ بعضے آزاد غیر مقلّدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں۔ اس کھیت میں منہ مارا، اُس کھیت میں منہ مارا، نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان ہے۔" [1]

ادب و تہذیب سے دُور

اکثر یہ "محب دنیا ہیں، بزرگوں سے بدگمانی اس قدر بڑھی ہوئی ہے جس کا کوئی حد و حساب نہیں اور اس سے آگے بڑھ کر یہ ہے کہ بدزبانی تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ادب اور تہذیب ان کو چھو بھی نہیں گئے۔ ہاں بعضے محتاط بھی ہیں۔ وقلیل ماھم [2] (اور وہ بہت تھوڑے ہیں)

نیّت پر بھی شبہ

"بعضے غیر مقلّدوں میں تشدد بہت ہوتا ہے، طبیعت میں شر ہوتا ہے اور مجھے تو اِلّا ماشاء اللہ ان کی نیّت پر بھی شبہ ہے۔ سنّت سمجھ کر شاید ہی کوئی

---

[1] محمد اشرف علی تھانوی؛ افاضاتِ یومیہ، ج ۴، ص ۲۹۴

[2] ایضاً، ج ۱، ص ۲۲۲

[3] ایضاً، ج ۱، ص ۲۲۲

Marfat.com

عمل کرتے ہوں، مشکل ہی سا معلوم ہوتا ہے۔"[1]

ابطالِ سُنّت

"آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تو سوءِ ظن کا خاص مرض ہے۔ کسی کے ساتھ بھی حُسنِ ظن نہیں رکھتے۔ بڑے ہی جری ہوتے ہیں، جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہیں کہہ ڈالتے ہیں۔ ایک سنّت کی حمایت میں دوسری سنّت کا ابطال کرنے لگتے ہیں۔"[2]

فتنوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے سابق مدیر، محمد سعید الرحمٰن علوی لکھتے ہیں؛

"دعویٰ اہل حدیث ہونے کا ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ نیچریت، انکارِ حدیث، قادیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے۔"[3]

انگریز کی نظرِ کرم کا رہینِ منّت فرقہ

مولوی بشیر احمد قادری دیوبندی، مدرس مدرسہ قاسم العلوم، فقیر والی لکھتے ہیں؛

"ہندوستان میں اس فرقے کا ظہور و وجود، انگریز کی نظرِ کرم اور چشمِ التفات کا رہینِ منّت ہے۔ ہندوستان میں جب انگریز نے اپنے منحوس قدم جمائے، تو اُس نے مسلمانوں میں انتشار و خلفشار، اختلاف و افتراق اور تشتت و لامرکزیت

---

[1] محمد اشرف علی تھانوی، افاضاتِ یومیہ ج ۱، ص ۳۰۹

[2] ایضاً، ج ۲، ص ۳۲۲

[3] محمد سعید الرحمٰن علوی، تقدیم اہل حدیث اور انگریز (ابوحنیفہ اکیڈمی فقیر والی) ص ۳

Marfat.com

پیدا کرنے کے لیے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے شاطرانہ اصول کے تحت یہاں کے باشندگان کو مذہبی آزادی دی، . . . . . کیونکہ وہ ابلیسِ سیاست تھا بنابریں وہ بخوبی جانتا تھا کہ مذہبی آزاد خیالی ہی تمام فتنوں کا منبع، مصدر اور سرچشمہ ہے، اس مذہبی آزادی کے نتیجہ میں فرقۂ غیر مقلدین ظہور پذیر ہوا۔[1]

آخر میں بہ طور خلاصہ لکھتے ہیں؛

کیا وہ جماعت (جس کے بانی اور مؤسس ایسے گھناؤنے کردار اور گھٹیا ذہن کے مالک ہوں کہ جن کی ساری زندگی انگریز پرستی اور اسلام دشمنی میں گزری ہو، جن کی زندگی کا مشن اور نصب العین ہی انگریز کی وفاداری اور جاں نثاری ہو، جو انگریز سرکار کے مقاصد کی تکمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہوں) محبِ وطن اور ملک و ملت کی غم خوار اور بہی خواہ ہو سکتی ہے؟ کیا ایسی جماعت صحیح اسلام کی علمبردار ہو سکتی ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔

. . . . . . جب ان کے اکابر کے کردار کا یہ حال ہے، تو اُن کے اصاغر کے کردار کا اندازہ۔ ناظرین کرام بخوبی لگا سکتے ہیں ع

قیاس کُن زگلستانِ من بہارِ مرا[2]

بے ادب اور گستاخ

آزاد روی کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ اس طبقے کا رجحان خطرناک حد تک گستاخی اور بے ادبی کی طرف ہو گیا، علماء اہل سنت کے شدید محاسبے نے کسی حد تک روک تھام کی ورنہ یہ منہ زور سیلاب نہ جانے کہاں تک جا پہنچتا۔

---

[1] بشیر احمد قادری: اہل حدیث اور انگریز ص ۶

[2] ایضاً، ص ۱۰۴-۱۰۵

چند مثالیں ملاحظہ ہوں ؛

● "غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو، جب چاہے دریافت کر لیجئے" یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے" [۱]

اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ غیب کا علم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں ہے، معاذ اللہ؛ وہ غیب سے جاہل رہتا ہے تاوقتیکہ اس کے جاننے کا ارادہ نہ کرے۔

● اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔" [۲]

اس عبارت کو پڑھ کر بندۂ مومن کی روح تک کانپ اٹھتی ہے؛ "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا" میں تمام انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کرام سب ہی آگئے۔ ان کے بارے میں یہ ذلیل کلمات لکھنا کس قدر متعفن ذہنیت کا غماز ہے؟ کوئی عیسائی یہ کلمات لکھتا تو بات سمجھ میں آسکتی تھی، مگر حیف ہے کہ یہ کلمات ایک کلمہ پڑھنے والے نے لکھے ہیں۔

● "شیخ اور ان کے امثال، خواہ وہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، کی طرف ہمت کا لگا دینا، اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں غرق ہونے سے بدرجہا بدتر ہے" [۳] (ترجمہ)

ہمیں بحث و مناظرہ سے غرض نہیں ہے۔ اگر آپ کے سینے میں دل اور دل میں نور ایمان کی کوئی کرن موجود ہے تو انصاف و دیانت کے نام پر بتایئے کہ اس میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص ہے یا نہیں؟ اور کیا توحید کی تکمیل کے لیے تنقیص رسالت ضروری ہے؟ ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر عرض کرتے ہیں کہ ایسی توحید شیطانی تو ہوسکتی ہے، رحمانی ہرگز نہیں!

مولانا رومی اور مولانا جامی رحمہما اللہ تعالیٰ کی عظمت و ولایت کا ایک جہان معترف ہے،

---

[۱] محمد اسمٰعیل دہلوی؛ تقویۃ الایمان (اخبار محمدی، دہلی) ص ۲۳

[۲] ایضاً؛ ص ۱۵

[۳] ایضاً؛ صراط مستقیم، فارسی (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ص ۸۶

Marfat.com

مگر اہل حدیث انہیں کن القاب سے یاد کرتے ہیں ؟ مولوی نور محمد کی تصنیف شہباز شریعت کا مطالعہ کیجیے، وہ لکھتے ہیں،

ایہ جامی کتا سجو کیا اندر تحفے کفراں والے
جو جامی رُومی دے پچھلگ اوہ کافر سٹرن منہ کالے
مثنوی رُومی دے وچہ جامی شارح چک چلایا
ہلکیاں کتیاں والے چکوں رکھیں شرم خدایا[1]

یاد رہے کہ علامہ اقبال، پیر رومی کے اس قدر عقیدت مند ہیں کہ اپنے کلام میں جابجا اُن کے ارشادات کا تذکرہ کرتے ہیں اور مولانا جامی کی عظمتوں کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں ؎

کشتۂ اندازِ مُلّا جامیم
نظم و نثرِ اُو علاجِ خامیم

اللہ تعالیٰ بزرگانِ دین کی بے ادبی اور گستاخی سے محفوظ رکھے۔

عامۃ المسلمین کو بات بات پر مشرک قرار دینا، تو اس قوم کا دل پسند مشغلہ ہے۔ ذیل کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو، کس بے دردی سے تمام اُمتِ مُسلمہ کو مشرک قرار دیا ہے اور غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو بھی اسی زمرے میں داخل کر دیا ہے۔ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں؛

"پھر اللہ ایک ایسی باد (ہوا) بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جائیں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں یعنی اللہ کی تعظیم، نہ رسول کی راہ پر چلنے کا شوق، بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے اسی طرح سے شرک میں پڑ جائیں گے ...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے

---

[1] نور محمد، مولوی؛ شہبازِ شریعت (مطبع محمدی۔ لاہور) ص ۳-۱۳۲

Marfat.com

موافق ہوا۔"[1]

اِن چند حوالوں کے پیش کرنے کا مقصد اس ذہنیت کی نشان دہی کرنا ہے جو اہلِ حدیث کا امتیازی وصف ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے :

تحقیق الفتویٰ	علامہ فضلِ حق خیر آبادی
اطیب البیان	مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی
الکوکبۃ الشہابیہ	امام احمد رضا بریلوی
مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان	مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی

تبدیلیٔ عنوان

سید احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل دہلوی نے ائمہ اربعہ کے طریقے پر چلنے کو غیر ضروری قرار دیا اور کہا کہ ان چاروں مسالک سے جو کتاب وسنّت کے قریب ہو اس پر عمل کر لیا جائے اور کسی درپیش مسئلہ میں کسی بھی امام کے قول پر عمل کر لینا چاہیے۔ کسی ایک معین امام کی تقلید ضروری نہیں ہے۔ اس فرقے کا نام سید صاحب کی نسبت سے "احمدی" رکھا گیا[2]

سید صاحب کی وفات کے بعد ان کے معتقدین میں مزید شدت پیدا ہو گئی اور انہوں نے اپنے افکار کے ساتھ ساتھ نئے نئے نام تجویز کرنا شروع کر دیئے۔ پہلے محمدی کہلائے پھر موحد۔ اور آخر میں اہل حدیث نام تجویز کیا۔ مولوی محمد شاہجہانپوری غیر مقلد لکھتے ہیں :

> اُن کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے
> (الارشاد الیٰ سبیل الرشاد، ص ۱۳)[3]

---

[1] محمد اسمٰعیل دہلوی، تقویۃ الایمان (دہلی) ص ۵۳

[2] محمد علی قصوری، مشاہداتِ کابل و یاغستان (انجمن ترقی اردو، کراچی) ص ۱۰۶

[3] بشیر احمد قادری، غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں ص ۱۰

Marfat.com

غیر مقلدین کے مخالفین انہیں وہابی کے نام سے یاد کرتے تھے، حکومت کے کاغذات میں بھی یہی نام استعمال ہوتا تھا۔ غیر مقلدین کے مشہور راہنما مولوی محمد حسین بٹالوی نے باقاعدہ درخواست دے کر انگریزی حکومت سے اپنا نام "اہل حدیث" الاٹ کرایا اور حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو درخواست حکومت کو دی، اس کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں؛

- لفظ وہابی ایسے دو بُرے معنوں میں مستعمل ہے جن سے گروہ اہل حدیث کی براءت و نفرت ثابت ہے۔ . . . . لہٰذا اہل حدیث اپنے حق میں اس لفظ کی استعمال جائز نہیں جانتے اور اس کو لائبل (مزیل حیثیت) لفظ خیال کرتے ہیں۔ جیساکہ مومن، لفظ کافر کو یا مسلمان، لفظ حلال خور کو۔

  اور اپنی مہربان گورنمنٹ اور خواص ملک سے وہ اصرار کے ساتھ یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس لفظ سے اس گروہ کو مخاطب نہ کیا کریں۔
- یہ فرقہ گورنمنٹ کا دلی خیر خواہ، گورنمنٹ سے اس درخواست کرنے کی جراءت کرتا ہے کہ گورنمنٹ اپنی خیر خواہ رعایا کی نسبت ایسے لفظ کا استعمال قطعاً ترک کرے۔

یہ درخواست ۱۹ر جنوری ۱۸۸۷ء کو منظور ہوئی۔ بٹالوی صاحب نے اس کا تذکرہ تمام تر ممنونیت کے ساتھ کیا، لکھتے ہیں؛

"اس درخواست کو ہمارے رحم دل اور فیاض لفٹیننٹ گورنر پنجاب سر چارلس ایچی سن صاحب بہادر بالقابہ نے معرضِ قبول میں جگہ دی اور بڑے زور کے ساتھ گورنمنٹ ہند کی خدمت میں اس کی قبولیت کے لیے سفارش کی۔

مسلمانوں کے حال پر رحم فرما و ہر دل عزیز وائسرائے و گورنر جنرل لارڈ

Marfat.com

ڈفرن بالقابہ نے بھی سر چارلس ایچی سن صاحب بالقابہ کی رائے زریں سے اتفاق رائے ظاہر فرمایا اور سرکاری کاغذات میں اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم فرمایا۔"[1]

نام کی تبدیلی کا اہم فائدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

منجملہ ان نتائج کے جو ۱۸۸۶ء میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک عمدہ نتیجہ یہ ہے کہ اس رسالہ (اشاعۃ السنۃ) نے گروہ اہل حدیث کی وفاداری گورنمنٹ پر ثابت کردی اور ان کے حق میں لفظ "وہابی" کا (جو ناواقفوں کے خیال میں ان کی وفاداری میں شبہ انداز تھا) استعمال حکماً موقوف کرادیا۔"[2]

اگست ۱۹۰۲ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی شملہ گئے تو رپورٹ مردم شماری میں بعض جگہ اہل حدیث کے لیے لفظ وہابی لکھا ہوا دیکھا، چنانچہ انہوں نے سپرنٹنڈنٹ مردم شماری پنجاب، ایچ۔اے روز کو ایک درخواست دی، جس میں لکھا:

"ازراہِ مہربانی و انصاف پروری اس نِک نیم (بدنام) کو رپورٹ میں بدل دیا جائے . . . . اس بُرے لقب کو اپنے حق میں کوئی اہل حدیث استعمال نہیں کرتا۔"[3]

ایچ اے روز نے یہ درخواست اپنے سفارشی ریمارک کے ساتھ گورنمنٹ پنجاب کو بھیج دی، پھر بٹالوی صاحب لفٹیننٹ گورنر پنجاب کو ملے اور اس معاملہ کی طرف توجہ دلائی۔

"جس پر ہمارے بیدار مغز جز رس نامور لفٹیننٹ گورنر سر چارلس ریواز صاحب

---

[1] محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۷، ص ۹-۱۹۷

[2] ایضاً، " " ج ۱۰، شمارہ ۱، ص ۷

[3] ایضاً، " " ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۱

Marfat.com

بہادر نے حکم صادر فرمایا کہ جن کاغذات مردم شماری میں لفظ "وہابی" لکھا گیا ان کو ردی کر کے از سر نو کاغذات چھپائے جائیں۔"[1]

ہندوستان کی برطانوی حکومت نے ۱۸۸۱ء کی مردم شماری رپورٹ میں اس فرقے کا اندراج "وہابی" کے تحت کیا ہے۔[2]

لیکن بعد کی رپورٹوں میں ان کی درخواست پر ان کے فرقہ کو "اہل حدیث" کے حروفِ تہجی کے تحت لائے ہیں۔

روز نے اس فرقہ کے عقائد کی تفصیلات تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس فرقے کے پیرو دیگر تمام مسلمانوں کو "مشرک" کہتے ہیں۔

They call the rest of the Muhammadans Mushrik [3]

ان تفصیلات سے اس فرقہ کی حکومت سے وفاداری، حکومت کی نگاہ میں قدر و منزلت اور بٹالوی صاحب کی شبانہ روز تگ و دو کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

مستند خیر خواہ

نام کی اس تبدیلی کے فائدے پر اس انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے:

اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ پنجاب سے ایک سرکلر جاری

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۲

[2] Ibbetson, D.C. : Census Report for the Panjab, Lahore, 1882, pp. 147-48.

[3] Rose, H. R : A Glossary of the Tribes and Castes of the Punjab and North West Frontier Province, Lahore, 1978, Vol. II p. 8

Marfat.com

کرادیا کہ اہلِ حدیث کو وہابی کہنا لائبل (ہتکِ حیثیت) ہے خود گورنمنٹ پنجاب اور اس کے اعلیٰ حکام نے اپنی چٹھیوں میں اعتراف کیا ہے کہ اہلِ حدیث برٹش گورنمنٹ کے بدخواہ نہیں ہیں، بلکہ خیرخواہ ہیں" [1]

اہلِ حدیث ——— اور انگریز

اس میں شک نہیں کہ غیر مقلدین سیاستِ جدیدہ سے بخوبی واقف واقع ہوئے ہیں، زمانے کے نشیب و فراز اور اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے گُر سے واقف ہیں، چاہے اس کے لیے کیسے ہی جائز اور ناجائز طریقے اختیار کرنا پڑیں۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی خاندانِ ولی اللّٰہی میں امتیازی شخصیت کے حامل تھے علمی ماحول میں پیدا ہوئے، پلے بڑھے اور مروجہ علومِ دینیہ حاصل کیے۔ گھڑ سواری اور تیراکی کے خاص طور پر شائق تھے۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں،

"اس کثرت سے پانی میں رہنے سے آپ کو جل مانس کا لقب دلوا دیا تھا" [2]

شاہ اسمٰعیل دہلوی کے مزاج میں ابتدا ہی سے آزادروی پائی جاتی تھی دہلی میں جب انہوں نے اپنے حنفی آباء و اجداد اور اساتذہ کے برعکس رفع یدین شروع کیا، تو ان کے چچا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے انہیں کہلا بھیجا کہ رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہوگا، انہوں نے جواب میں فوراً یہ حدیث پڑھ دی،

من تمسک بسنتی عند فساد اُمتی فلہٗ اجر مائۃ شھید

جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو اپنائے اُس کے لیے سو شہید کا اجر ہے

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، جلد ۱۰، شمارہ ۱، ص ۱۰

[2] مرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ (مکتبۃ السلام، لاہور) ص ۶۱

Marfat.com

اس پر شاہ عبد القادر محدث دہلوی نے فرمایا،

"بابا ہم تو سمجھے تھے کہ اسمٰعیل عالم ہوگیا، مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا۔ یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ سنت کے مقابل خلافِ سنت ہو اور ما نحن فیہ (زیرِ بحث مسئلہ) میں سنت کا مقابل خلافِ سنت نہیں، بلکہ دوسری سنت ہے، کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے، یوں ہی ارسال بھی سنت ہے۔" [۱]

اسی آزادروی کا نتیجہ تھا کہ تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھی جس میں انبیاء و اولیاء کے حق میں ایسی زبان استعمال کی گئی جو قطعاً اُن کے شایانِ شان نہ تھی۔ عامۃ المسلمین کو بے دریغ کافر اور اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ محمد اعظم بیگ لکھتے ہیں؛

"اور انبیاء و اولیاء وغیرہ بزرگوں کے ذکر میں گستاخانہ کلام ہمیشہ ان سے ہوتا ہے جو خلافِ شان اس عظیم الشان گروہ کے ہے، چنانچہ تقویۃ الایمان وغیرہ ان کے رسائل نظم و نثر میں بہت جگہ اشارہ اس طرف ہے اور بہت عقائد جو مختلف فیہ ہیں، ان پر بڑے شد و مد سے یہ لوگ عوام کو ایک طرف کھینچتے ہیں اور تقلیدِ حنفی کو پسند نہیں کرتے۔" [۲]

اس تشدد کا خود انہیں بھی احساس تھا، چنانچہ ایک مجلس میں شاہ اسمٰعیل دہلوی نے کہا،

"میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے، شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی گو اس سے ورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔" [۳]

---

[۱] اشرف علی تھانوی، حکایاتِ اولیاء (دار الاشاعت کراچی) ص ۱۰۱-۱۰۲

[۲] محمد اعظم بیگ، تواریخِ ہزارہ (وکٹوریہ پریس، لاہور، ۱۸۷۸ء) ص ۴۷

[۳] اشرف علی تھانوی، حکایاتِ اولیاء ص ۹۴-۱۰۳

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی بدولت وہ شورش پیدا ہوئی جو کبھی ختم نہ ہو سکی اور مسلمانوں میں ایسی فرقہ وارانہ خلیج حائل ہو گئی کہ بعد میں اس کے پاٹنے کی کوئی سبیل پیدا نہ ہو سکی، انگریز کو ایسے ہی افراد کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیں اور کبھی متحد نہ ہونے دیں۔ شاطر فرنگی کی سیاست کی بنیاد ہی یہ ہے کہ "لڑاؤ اور حکومت کرو۔" اس مقصد کے لیے وہ لوگ قطعاً موزوں نہ تھے جو قدیم طریقوں پر سختی کے ساتھ قائم رہنے میں ہی اپنی بقا تصور کرتے ہوں۔

پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ شرکِ خفی کو شرکِ جلی قرار دینے کا اختیار کہاں سے حاصل ہو گیا؟ یہ تو خود شارع بننے کے مترادف ہے۔

انگریزوں نے تقویۃ الایمان کو اس قدر اہمیت دی کہ اس کا انگریزی ترجمہ کروا کر شائع کیا، ظاہر ہے کہ بلا وجہ اتنی اہمیت نہیں دی گئی۔ سر سید لکھتے ہیں:

> "جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے، ان میں ساتویں کتاب "تقویۃ الایمان" ہے، چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ "رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ (جلد ۱۳، ۱۸۵۲ء) میں چھپا تھا۔"[۱]

یہ انگریزی ترجمہ منشی شہامت علی نے کیا تھا، جو ۱۸۵۲ء میں لندن سے شائع ہوا۔ شہامت علی نے دہلی کالج میں انگریزی تعلیم حاصل کی اور مختلف اوقات میں انگریزوں کے ترجمان کے طور پر کام کرتا رہا۔ خاص طور پر اس نے سر سی۔ ایم ویڈ (Wade) کے ساتھ منشی کے طور پر کام کیا تھا۔[۲]

سید احمد بریلوی ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء میں رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں خاموشی پسند اور علم و تعلیم سے بے تعلق واقع ہوئے تھے۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

---

[۱] (: سید احمد خاں، سر: مقالاتِ سر سید (مجلس ترقی ادب، لاہور) ج ۹، ص ۱۷۸

ب: ایضاً، ج ۹، ص ۱۳۱

[۲] منظور الحق صدیقی، پروفیسر: تاریخ حسن ابدال (ادارۂ تحقیقات پاکستان، لاہور) ص ۲۶

Marfat.com

"یہ تعجب سے نظر کیا جاتا ہے کہ بزرگ سید بچپن میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجے کا غبی مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اسے تعلیم دینا بے سود ہے، کبھی کچھ آئے جائے گا نہیں۔" [1]

"قرآن پاک پڑھنے کے بعد کریما پڑھنے کی باری آئی تو حال یہ تھا کریما کا پہلا مصرع خاصہ دُعائیہ ہے، مگر یہ بھی بزرگ سید کو تین دن میں یاد ہوا تھا اس پر بھی کبھی کریما کو بھول گئے، تو کبھی بر حال ما کو دل سے محو کر دیا۔" [2]

بیس سال کی عمر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے پاس دہلی پہنچے اور دو سال اُن کے پاس رہے۔ ۲۳ سال کی عمر میں امیر خاں پنڈاری کے پاس مالوہ میں جا کر سواروں میں ملازم ہو گئے، پھر باڈی گارڈ افسر بنا دیئے گئے۔ اسی دوران انہوں نے ایک اہم کارنامہ انجام دیا اور وہ یہ کہ امیر خاں جو انگریزوں سے برسرِ پیکار رہتا تھا، اس کی صُلح انگریز سے کروا دی۔

"لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب — سید احمد صاحب نے امیر خان کو بڑی مشکل سے شیشے میں اتارا تھا۔ آپ نے اسے یقین دلا دیا تھا کہ انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑنا اگر تمہارے لیے بڑا نہیں ہے، تو تمہاری اولاد کے لیے سمِ قاتل کا اثر رکھتا ہے۔" [3]

ایک عرصہ بعد امیر خاں کی ملازمت ترک کر کے پھر دہلی پہنچے۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی اور مولوی عبدالحی دہلوی ایسے علماء سید صاحب کی اقتداء میں دو رکعت نماز ادا کر کے اتنا متاثر

---

[1] مرزا حیرت دہلوی — حیاتِ طیبہ — ص ۴۸۵

[2] ایضاً، ص ۴۸۶

[3] ایضاً، ص ۵۱۳

Marfat.com

ہوئے کہ حلقۂ بیعت میں داخل ہو گئے ۔" [1]

کیا یہ تحریک انگریز کے خلاف تھی ؟

سید صاحب کی صوفیانہ وضع قطع اور شاہ اسمٰعیل کا علم اور زورِ خطابت جمع ہوئے تو ایک قیادت کا سامان فراہم ہو گیا ۔ طے یہ پایا کہ جگہ جگہ وعظ کر کے سکھوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے چندہ اور افرادی قوت جمع کی جائے ، چنانچہ اس پروگرام پر پورے زور و شور سے عمل کیا گیا ۔ جہاد سے پہلے مناسب معلوم ہوا کہ حج کر لیا جائے ۔ ۱۲۳۶ھ میں ایک قافلہ کے ہمراہ سفرِ حج پر روانہ ہوئے ۔ [2]

انگریزی قلمرو میں اس تمام کاروائی اور سفرِ حج کا تذکرہ کرتے ہوئے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں :

"اِن کو فضلِ رسول بدایونی نے وہابی اور سرکار کا دشمن بتلایا ، حالانکہ وہ کلکتہ تک گئے تھے اور ہزاروں مسلمان فوجِ انگریزی کے ان کے مُرید ہوئے تھے ، مگر انہوں نے کبھی یہ ارادہ (جہاد) ساتھ سرکار انگریزی کے ظاہر نہیں کیا اور نہ سرکار نے ان سے کچھ تعرض فرمایا ، حالانکہ خاص کلکتہ سے سات سو آدمی اپنے ہمراہ لے کر حج کو گئے اور مدت دراز تک ہزاروں مریدوں کو ہمراہ لے کر ہندوستان کے شہروں میں وعظ و نصیحت کرتے پھرے ۔" [3]

حج کے بعد زور شور سے سکھوں سے جہاد کے وعظ کہے گئے اور روانگی سے پہلے انگریزی حکومت سے باقاعدہ اجازت حاصل کی گئی ۔

---

[1] محمد علی ، سید ، مخزنِ احمدی (مطبع مفید عام ، آگرہ) ص ۳۵

[2] مرزا حیرت دہلوی ، حیاتِ طیبہ ص ۵۱۸

[3] صدیق حسن خاں بھوپالی ، ترجمان وہابیہ ص ۴۵

Marfat.com

سید صاحب نے مولانا شہید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمال کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرتے ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں خلل نہ پڑے، تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ ہم ایسی تیاری میں مانع ہیں۔[1]

اس وقت تک پنجاب اور موجودہ سرحد پر انگریز کا تسلط نہیں ہوا تھا۔ پنجاب سے ہری پور تک سکھوں کی حکومت تھی، ایسے میں سکھوں کے خلاف کارروائی کو انگریز ناپسندیدگی کی نگاہ سے کیوں دیکھتے؟ اس طرح تو اُن کی راہ کا ایک سنگِ گراں خود بخود دُور ہو رہا تھا۔

سبط الحسن ضیغم لکھتے ہیں:

"تحریکِ مجاہدین کا قیام پنجاب کی سکھ حکومت کے خاتمے کے لیے عمل میں لایا گیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے ارباب بست وکشاد بجا طور پر یہ سمجھتے تھے کہ اس تحریک سے ان کے دو مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ وادیٔ گنگ وجمن کی مسلم اشرافیہ کے ذہین نوجوان ترکِ وطن کر کے ان کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ پنجابی (سکھ) حکومت کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں، جس سے دونوں قوتیں کمزور ہو رہی ہیں۔"

ضیغم صاحب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی تصنیف "برِصغیر پاک و ہند کی ملتِ اسلامیہ" ص ۲۶۸-۲۶۹ کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں:

"اسی بنا پر کمپنی کے زیرِ تسلط علاقوں میں سید احمد اور شاہ اسمٰعیل کو کئی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ انہیں نہ صرف ہر جگہ عوام سے خطاب کرنے کے مواقع فراہم کیے گئے۔ بلکہ ان کی تحریک کے لیے چندے کی فراہمی میں بھی انگریزوں نے تعاون

---

[1] مرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ ص ۵۲۳

Marfat.com

کیا۔ یہاں تک کہ ان مقامی ساہوکاروں پر انگلیسی عدالتوں میں مقدمہ چلانے کی اجازت بھی دے دی جو اس روپے کو مجاہدین تک پہنچانے میں کوتاہی برتتے تھے جو انہیں اس مقصد کے لیے دیا جاتا۔ علاوہ ازیں تیل کے کارخانوں اور دوسرے کاروباری اداروں کے مقامی مزدوروں کے جہاد میں حصہ لینے کے لیے مختلف مراعات عطا کی گئیں۔" [1]

اس تفصیل سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ تحریک انگریزی حکومت کے خلاف قطعاً نہ تھی، اس سے تو گورنمنٹ کے مقاصد کی تکمیل ہو رہی تھی۔ سرحدی مسلمان اگر اس قسم کے خدشات کا اظہار کرتے تھے، تو ان کو بے بنیاد نہیں کہا جا سکتا:

"خلیفہ سید احمد پر شک کرتے تھے کہ یہ شاید انگریز کے مشورہ سے واسطے فتح اس ملک کے آیا ہے، جہاد کا نام فرضی مقرر کیا ہوا ہے۔" [2]

اس تحریک کے ہندوستان میں ردِعمل کی بابت ۱۸۲۷ء میں میٹکاف نے گورنر جنرل کو جو رپورٹ پیش کی، اس میں لکھا ہے:

"سید احمد، مولوی اسمٰعیل اور ان کے پیرو کار ساتھیوں نے ہماری مسلمان رعایا کے قلب و ذہن پر ہمہ گیر تو نہیں، لیکن ایک وسیع اثر انگیزی ضرور مرتب کی ہے رنجیت سنگھ کے زیرِ عملداری علاقوں پر ان (مجاہدین) کی حالیہ یلغار نے دہلی کی مسلم آبادی کے دلوں میں ان کی کامیابی کے لیے مضطربانہ جذبات موجزن کر دیئے ہیں، چنانچہ عام لوگوں کی کثیر تعداد اپنے گھر بار چھوڑ کر لشکرِ مجاہدین میں جا شامل ہوتی ہے اور فوجی ملازمین مستعفی ہو کر ان سے جا ملے ہیں کہا جاتا ہے کہ شاہِ دہلی (بہادر شاہ ظفر) نے لوگوں میں اس جوش و جذبہ کے فروغ کی حوصلہ افزائی کی ہے۔"

---

[1] سبط الحسن ضیغم، سید: ماہنامہ المعارف، لاہور (فروری ۱۹۸۳ء) ص ۲۱

[2] محمد اعظم بیگ: تواریخ ہزارہ (وکٹوریہ پریس، لاہور ۱۸۷۴ء) ص ۲۵۷

Marfat.com

Metcalfe reported the repercussions in India to the governor general in the following words: "Syed Ahmed, Maulvi Ismail, and their colleagues have established a very extensive, if not universal, influence over the minds of our Mohammedan subjects. During the period of their recent attack on Ranjit Singh's territories, the most fervent anxiety for their success pervaded the Mohammedan population of Delhi. Numbers quitted their homes and marched to join them, including some who resigned their employments in the Company's service, both the military and the civil branches, for that purpose. It is said that the King of Delhi encouraged this spirit." (PC 38 of 22.6.1827.) [1]

اس تحریک کے بارے میں تحقیق و دیانت کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ انگریزوں کے خلاف ہرگز نہ تھی۔ اُردو ادب کے مشہور محقق اور سید صاحب کے عقیدت مند حافظ محمود شیرانی نے ہنٹر کے نقطۂ نظر کی مدلل تردید ان الفاظ میں کی ہے :

"یہاں لفظ "باغی" پر میرا اعتراض ہے۔ سید صاحب (سید احمد) کے سرحد پہنچنے کے وقت پنجاب و سرحد میں انگریز کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پھر سید صاحب نے انگریز سے کدھر بغاوت کی۔ سید صاحب کی تحریک ہندوستان میں شروع ہوئی اور ہندوستان میں پروان چڑھی اور یہ سب کچھ انگریز کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا تھا، چونکہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی، اس لیے کمپنی نے دانستہ اغماض کیا اور اپنے علاقے میں اس تحریک کے دبانے کی کوشش نہیں کی۔ اس لیے سید صاحب کو ہنٹر کا باغی لکھنا، اس لفظ کا غلط اور بے جا بازانہ استعمال ہے" [2]

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں :

"یہ تمام بیّن ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف سکھوں سے مخصوص تھا، سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو ہرگز مخاصمت نہ تھی" [3]

---

[1] Khushwant Singh : History of the Sikhs, Delhi, Oxford University Press, 1977, Vol. I p. 272 F.n.

[2] مجلۂ تحقیق، حافظ محمود شیرانی نمبر (جلد ۳، شمارہ ۲ - ۳) پنجاب یونیورسٹی لاہور ص ۲۴۸

[3] مرزا حیرت دہلوی : حیاتِ طیبہ ص ۵۲۳

Marfat.com

سرسید لکھتے ہیں،

"جب صاحب کمشنر اور صاحب مجسٹریٹ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے گورنمنٹ کو اطلاع دی۔ گورنمنٹ نے ان کو صاف لکھا کہ تم کو اس معاملہ میں ہرگز دست اندازی نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ ان کا ارادہ کچھ گورنمنٹ انگریزی کے مقاصد کے خلاف نہیں ہے۔" [1]

خط کشیدہ الفاظ خاص طور پر توجہ طلب ہیں کہ کمپنی اس تحریک کو اپنے حق میں نہ صرف بے ضرر سمجھتی تھی، بلکہ اپنے مقاصد کے مطابق قرار دیتی تھی۔

کلکتہ میں جہاد کے موضوع پر تقریر ہو رہی تھی۔ سکھوں کے مظالم بیان کیے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ شاہ اسماعیل دہلوی نے جواب دیا،

"ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے، ایک تو اُن کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے ــــــ بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔" [2]

مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

"ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں اور اب پھر کہتے ہیں کہ مولانا اسمٰعیل شہید کا جہاد سکھوں سے تھا جو مسلمانوں کے مذہب سے تعرض کرتے تھے، نہ انگریزوں سے جن کو کسی مذہب سے

---

[1] سید احمد خاں، سر: مقالات سرسید (مجلس ترقی ادب، لاہور) ج ۹، ص ۱۴۲

[2] مرزا حیرت دہلوی، حیاتِ طیبہ (مطبع فاروقی، دہلی) ص ۲۹۴

نوٹ: حیاتِ طیبہ مطبوعہ لاہور میں اخفاء حقائق کے لیے یہ عبارت حذف کر دی گئی ہے۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟ ۱۲ قادری

Marfat.com

تعرض نہیں ہے، بلکہ انگریزوں سے جہاد کرنے کو وہ برملا ناجائز کہتے تھے۔" [1]
مشہور سکھ مورخ خوشونت سنگھ (Khushwant Singh) لکھتا ہے

The British government made no attempt to check this crusade against a state with which it had signed a treaty of friendship. [2]

برٹش سرکار نے جس (سکھ) ریاست کے ساتھ تحریری معاہدہ دوستی کیا تھا، اس کے خلاف ہونے والے جہاد کی راہ میں کوئی مزاحمت نہیں کی۔

مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

"جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی" [3]

گرداب حیرت

مولوی محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں، "مجاہدین، انگریزوں سے جہاد کرنے کو برملا ناجائز کہتے تھے۔" خوشونت سنگھ کہتا ہے: "برطانوی حکومت نے دوستوں کے خلاف مجاہدین کی کاروائی پر پابندی عائد نہ کی۔" مدنی صاحب کہتے ہیں کہ "انگریزوں نے جنگی سامان کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔" مقام حیرت ہے کہ آخری جنگ میں ایک انگریز ——— الیگزینڈر گارڈنر بھی "مجاہدین" کے شانہ بشانہ لڑ رہا تھا اور صرف شریک ہی نہیں، بلکہ ایک دستے کا کمانڈر بھی تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انگریزوں نے مجاہدین کو کس حد تک امداد فراہم کی تھی اور اس

---

[1] محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۲، ص ۲۹

[2] Khushwant Singh : History of the Sikhs, Delhi, 1977, Vol. p. 271.

[3] حسین احمد مدنی: نقش حیات (بیت التوحید، کراچی) ج ۲، ص ۱۹م

Marfat.com

پروپیگنڈے کی حقیقت بھی بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اس تحریک کا اصل مقصد انگریزی حکومت کا خاتمہ تھا۔ گارڈنر، سید صاحب تک کس طرح پہنچا؟ اس کی تفصیل خود اُس نے بیان کی ہے

"امیر (والیٔ کابل، دوست محمد خاں) نے مالِ غنیمت کو تو بخوشی منظور کیا، لیکن موٹے جھوٹے لباس والے اہلِ سیف کے لشکر کو (اپنی ملازمت میں) قبول نہ کیا، یہ لوگ اپنے برخود غلط اعتماد سے پشیمان اور پریشان ہو کر علاقہ جات باجوڑ کی طرف روانہ ہوئے، وہاں انہیں میر عالم خاں نے اپنی ملازمت میں (سید احمد غازی کی امداد کے لیے) بھرتی کر لیا۔

سید صاحب اُس وقت سکھوں کے خلاف اپنی آخری لڑائی لڑ رہے تھے۔ مذکورہ لشکر کی نفری دو سو پچاس تک کیسے پہنچ گئی؟ یہ امر واضح نہیں ہوتا۔

جونہی گارڈنر، سید صاحب کی صف آرائی کے مقام پر پہنچا، اُس نے ونتورہ کے ہاتھوں ان کی شکست و ہزیمت کا نظارا کیا، چنانچہ طالع آزما (گارڈنر) نے کسی معرکے کے بغیر لوٹ مار کے مال سے اپنا حصہ وصول کیا اور اپنے (زیرِ کمان) فوجیوں کو برخاست کرتے ہوئے انہیں واپسی کا حکم دیا، اسے مالِ غنیمت کی یافت کن ذرائع سے اور کس طور ہوئی؟ یہ امر واضح نہیں۔

ل جنرل وینٹورہ (Ventura) وہ پہلا غیر ملکی جنرل تھا جس نے رنجیت سنگھ کی فوج کو مغربی طرز پر تربیت دی۔ وہ ایک اطالوی تھا جو نپولین کی فوج میں جنرل رہ چکا تھا۔ وہ ۱۸۲۲ء میں لاہور پہنچا، اسے رنجیت سنگھ نے ملازم رکھ لیا، بہت بڑی تنخواہ اور جاگیریں دیں اور بڑی بڑی مہمات اس کے سپرد کی گئیں۔ ۳-۱۸۳۱ء میں (مجاہدین کے خلاف) جو مہمات روانہ کی گئیں، یہ اُن میں بھی شریک تھا، پھر اسے لاہور کا قاضی اور گورنر بنا دیا گیا، ۱۸۵۸ء میں فوت ہوا۔

ک Buckland, C. E. : Dictionary of Indian Biography, Lahore, 1975. pp. 435-6

Marfat.com

اصل عبارت یہ ہے :

The Amir gracefully accepted the booty, but declined he swords of "the men in buckram," who, doubtlessly epenting of their misplaced confidence, drifted into the Bajour country, and accepted service with Mir Alam Khan, who hired the band, swollen in some unexplained manner o 250 men, to Syad Ahmad Ghazi, then making his last tand against the Sikhs. Gardiner reached the Syad just n time to see him routed by Ventura, whereupon the adventurer retired, and sharing out the booty, dismissed his band. Where this booty came from is also unexplained

اس تحریک کا مطالعہ کرنے والا یہ معلوم کر کے حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ یہ تحریک جو سکھوں کے خلاف تھی، اس کا ابتدائی تصادم مسلمانوں سے ہوا۔

"سید صاحب نے پہلا جہاد مسمّٰی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا۔"[۲]

یہ ۱۸۳۰ء کا واقعہ ہے، اس کے بعد پائندہ خاں کو دعوت دی کہ سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لو، وہ بیعت پر آمادہ نہ ہوا، تو اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر اس پر چڑھائی کر دی۔ پائندہ خاں جو تمام زندگی سکھوں کے خلاف برسرِ پیکار رہا، اُس نے وقتی طور پر سکھوں سے صلح کر لی اور اپنا بیٹا جہاں داد خاں بہ طورِ ضمانت گروی رکھ کر دو پلٹن فوج حاصل کی ..... اور مجاہدین سے اپنا علاقہ خالی کرا لیا، بعد میں سکھوں کے ساتھ پائندہ خاں کی جنگیں بدستور ہوتی رہیں۔ [۳]

---

[1] Grey : European Adventurers in Northern India, Lahore, 1929, pp. 274.

[۲] عاشق الٰہی میرٹھی، تذکرۃ الرشید (مکتبہ بحر العلوم، کراچی) ج ۲، ص ۲۷۰

[۳] مراد علی، سید، تاریخ تناولیاں، تالیف ۱۸۷۵ء (مکتبہ قادریہ لاہور) ص ۵۴-۴۹

Marfat.com

الیگزنڈر گارڈنر، جو بعد میں پنجاب آرمی میں کرنل کے عہدے پر فائز ہوا اور مجاہدین کی معیت میں تھا، اس نے اس لڑائی کا چشم دید بیان ان الفاظ میں کیا ہے :

" سید احمد اور مولوی عبدالحی[1] اپنے بقیۃ السیف ہندوستانی پیروکاروں کی ہمراہی میں سکھ فوج کے جنونی اکالیوں کا مقابلہ دست بدست جنگ میں نہایت بے جگری سے کر رہے تھے، انہیں اچانک یہ صورت پیش آئی کہ وہ اپنے لشکروں کی مجموعی قوتِ بازو سے کٹ کر رہ گئے۔ سید صاحب کا بڑا لشکر جو ان سے فاصلے پر تھا، اپنے قائد کے بغیر کسی اچھی جنگی مہارت کا مظاہرہ نہ کر پایا، جونہی میری نظر سید احمد اور مولوی عبدالحی کی جانب اُٹھی، تو میں نے دیکھا کہ انہیں سینکڑوں ہتھیاروں سے چھید ڈالا گیا تھا۔ ان دونوں قائدین کے اردگرد جتنے لوگ تھے، ایک ایک کر کے قتل ہوئے (اور سید صاحب کی فوج کا بڑا حصہ اطراف و جوانب میں تتر بتر ہو گیا)

جس دم سید صاحب زخمی ہو کر گرے تو میرا ان سے صرف چند سو گز کا فاصلہ تھا، میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی فرشتہ نازل ہوا ہو اور موصوف کو بہشت کی طرف اُٹھا کر لے گیا ہو، اگرچہ ان کے بہت سے مریدوں نے بعد میں اپنی یادداشت سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے حقیقتہً اس کا مشاہدہ کیا تھا۔"

اصل عبارت ملاحظہ ہو :

Alexander Gardner, who later became a colonel in the Punjab army and was with the crusaders at the time, gave an account of this skirmish in the following words:

---

[1] اس وضاحت میں خوشونت سنگھ کو مغالطہ واقع ہوا ہے، مولوی سے گارڈنر کی مراد مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی ہے۔ مولوی عبدالحی تو اس واقعہ سے پہلے ۸ شعبان ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۸ء کو فوت ہو گئے تھے (ملاحظہ ہو : "حیاتِ سید احمد شہید" محمد جعفر تھانیسری، مطبوعہ نفیس اکیڈمی، کراچی، ص ۲۳۶ – ۲۳۷)

Marfat.com

'Syed Ahmed and the Maulvi (Abdul Haye), surrounded by his surviving Indian followers, were fighting desperately hand to hand with the equally fanatical Akalis of the Sikh army. They had been taken by surprise and isolated from the main body of the Syed's forces, which fought very badly without their leader. Even as I caught sight of the Syed and Maulvi they fell pierced by a hundred weapons. Those around them were slain to a man, and the main body dispersed in every direction. . . . I was literally within a few hundred yards of the Syed when he fell, but I did not see the angel descend and carry him off to paradise, although many of his followers remembered afterwards that they had seen it distinctly enough."[1]

[1] *Memoirs o[illegible] Gardner*, pp. 171-[illegible] ؎

گارڈنر کون تھا؟

اس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ وہ ایک مہم جو تھا۔ امریکہ میں ۱۷۸۵ء میں ایک ڈاکٹر کے ہاں پیدا ہوا۔ ۱۸۱۲ء میں مصر اور ایران سے ہوتا ہوا افغانستان پہنچا اور امیر دوست محمد خاں والی افغانستان کے بھتیجے امیر حبیب اللہ خاں کے ہاں ملازم ہوا، وہ چونکہ افغانستان کے سیاسی معاملات میں ملوث تھا، اس لیے قندھار میں گرفتار ہوا اور نو ماہ قید رہا۔ وہ موجودہ صوبہ سرحد میں اُس وقت پہنچا جب "مجاہدین" سکھوں پر آخری حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے، اُس نے اپنے آپ کو سید احمد بریلوی کے سامنے پیش کیا اور "مجاہدین" میں شامل ہو گیا، "مجاہدین" کی شکست کے بعد وہ رنجیت سنگھ کی فوج میں کرنل آف آرٹلری بنا دیا گیا۔ اُس نے رنجیت سنگھ کی موت ۱۸۳۹ء تک اُس کے لیے مہمات میں اہم خدمات انجام دیں۔ ۱۸۴۶ء میں گلاب سنگھ والی جموں و کشمیر کا ملازم ہو گیا اور اپنی موت ۱۸۷۷ء تک اسی خدمت پر مامور رہا۔ وہ سیالکوٹ میں دفن کیا گیا
تفصیل کے لیے دیکھئے:

Buckland, C. E. : Dictionary of Indian Biography, Lahore, 1975. p. 159

Khushwant Singh : Ranjit Singh, London, G. Allen, 1962. pp. 164-65.

Marfat.com

Grey, C : European Adventurers of Northern India, ed. by Garrett, Lahore, 1929, p. 274, 265-291

Khushwant Singh : Ranjit Singh, London, 1962, p. 164-65

انوکھا معیارِ تحقیق

اس جماعت کے کارناموں کو منظرِ عام پر لانے میں مشہور مؤرخ غلام رسول مہر کا بڑا حصّہ ہے۔ انہوں نے تاریخ کی بنیاد حقائق پر رکھنے کی بجائے عقیدت پر رکھی ہے، خود اُن کا بیان ہے:

"میں مجاہدین کی شان و آبرو بہرحال قائم رکھنے کا قائل ہوں۔ اگرچہ بعض سابقہ بیانات یا توجیہات سے عین مطابق نہ ہو۔" [1]

اب اگر کوئی شخص خالص تاریخی نکتۂ نگاہ سے حقائق سے آگاہی حاصل کرنا چاہے، تو اُسے اصل مآخذ کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ عقیدے اور عقیدت کے بنیاد پر تاریخ لکھنے دل سے اطمینان میسّر نہ ہو سکے گا۔

مقصدِ "جہاد"

کسی بھی کام کی خوبی یا خرابی میں اس کے مقصد کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ سیّد صاحب کی تحریک کا تمام تر رُخ سکھوں کی طرف تھا یا سرحدی مسلمانوں کی طرف، انگریزوں کی طرف ہرگز نہ تھا جیسا کہ اس سے پہلے باحوالہ گزر چکا۔ اس تحریک کے مقصد کا ایک دوسرا پہلو بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

"سیّد صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے، اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو شرکت کی دعوت دی اور اس میں صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے۔ اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی؟ —— اس سے آپ کو غرض نہیں ہے۔ جو لوگ حکومت کے اہل

[1] شیر محمد پنی، ڈاکٹر، افاداتِ مہر (شیخ غلام علی، لاہور) ص ۲—۲۳۱

Marfat.com

ہوں گے۔ ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے" [1]

اس پر علامہ ارشد القادری نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا:

"آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضا کاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم کرنے کے لیے اُٹھا تھا۔" [2]

زلزلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے عامر عثمانی، ایڈیٹر ماہنامہ تجلّی، دیوبند نے علامہ ارشد القادری کے اس تبصرہ پر داد دینے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ وہ بطورِ اعترافِ حقیقت لکھتے ہیں:

"ہم کتنی ہی جانبداری سے کام لیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس ریمارک میں لفظاً تلخی آگئی ہے لیکن معنوی اور منطقی اعتبار سے بھی اس میں کوئی نقص ہے؟ کوئی افترا ہے؟ کوئی زیادتی ہے؟

کوئی شک نہیں اگر استادِ محترم حضرت مدنی کے ارشادِ گرامی کو درست مان لیا جائے، تو حضرت اسمٰعیل کی شہادت محض افسانہ بن جاتی ہے — مادّی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں، اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں، اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اُس شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجہ میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا اجرِ آخرت کا موجب کیوں ہوگا؟" [3]

---

[1] حسین احمد مدنی، نقشِ حیات ج ۲، ص ۱۹۸

[2] ارشد القادری، علامہ: زلزلہ (مکتبہ نبویہ، لاہور) ص ۱۰۰

[3] عامر عثمانی: (تبصرہ) زلزلہ ص ۱۸۷

Marfat.com

یہ کسی بریلوی کے رشحاتِ قلم نہیں ہیں، جنہیں تعصب قرار دے کر رد کر دیا جائے، یہ
ان کے ایک عقیدت مند کا اعتراف ہے، جو بے ساختہ صفحۂ قرطاس پر منتقل ہوگیا ہے۔
دراصل اختلافِ عقائد کے سبب، سید صاحب عامۃ المسلمین کو منافق قرار دیتے تھے
اور ان کا خاتمہ بھی تحریک کے مقاصد میں اہم مقصد کی حیثیت رکھتا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ سرحد
اور افغانستان کے مسلمان کٹر سُنّی حنفی تھے۔ ان کے بارے میں سید صاحب، رئیسِ قلات،
خان خانان خلجائی کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

"جنابِ والا! خود غزنیں کے نواح میں منافقین پر چھاپے مارنا شروع
کر دیں۔ . . . . اور میں بھی اِدھر سے پشاور کے منافقوں کی طرف
متوجہ ہوتا ہوں۔ جب منافقین بدکار کی موجودگی سے وہ مقام پاک ہو جائے
تو میں جلال آباد پہنچ جاؤں گا، اور اسی طرح پھر وہاں سے کابل جاؤں گا۔ اس طرح
مردود منافقین جو پشاور سے قندھار تک پھیلے ہوئے ہیں، ان کے پاؤں
ایسے اکھڑ جائیں گے۔" [1]

یہ کون سے لوگ ہیں جنہیں منافقین کہا جا رہا ہے اور جن کے استیصال کے لیے لمبے
چوڑے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ سرسید کی زبانی سنیے :

"مجھ کو صدہا پہاڑی لوگوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، لیکن میری نظر سے آج
تک کوئی پہاڑی پٹھان ایسا نہیں گزرا جو سوائے حنفی مذہب کے اور کسی
مذہب کا پیرو ہو یا وہابیت کی جانب ذرا بھی میلان رکھتا ہو۔" [2]

تاریخ بنانے والے اہلِ قلم، سرحدی پٹھانوں کو غدار قرار دیتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ
نظریاتی اور اعتقادی اختلاف کو برداشت کرنے کی بجائے جب تشدد کی راہ اختیار کی گئی،
سیدھے سادے مسلمان پٹھانوں کو منافق قرار دیا گیا، ان کے خلاف میدانِ کارزار گرم کیا گیا،

---

[1] محمد جعفر تھانیسری : مکتوبات سید احمد شہید (نفیس اکیڈمی، کراچی) ص ۸۴

[2] سید احمد خاں، سر : مقالات سرسید (مجلس ترقی ادب، لاہور) ج ۹، ص ۱۳۹

Marfat.com

ان پر چھاپے مارے گئے، ان کی بیوہ خواتین سے جبری نکاح کیا گیا، تو ان سے خیر خواہی کی توقع کس طرح کی جا سکتی تھی؟ وہ بجا طور پر مجاہدین کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھا سکتے تھے۔

"ان کی سختیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں اور بعض اوقات بیوہ خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ ان سے نکاح کر لیں۔ اکثر بیوائیں جو بعض حالات میں نکاح ثانی کرنا پسند نہ کرتیں، زبردستی مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھا جاتا ...... ان پاکباز مجاہدین سے اگر کوئی ناجائز فعل سرزد نہ بھی ہوتا، تو ان کا یہ کام کہ رانڈ بیوہ کی عدت گزر جانے پر ان کا نکاح جبراً کر دینا خواہ اُن کی مرضی نہ بھی ہو، اُن کو بدنام کرنے کے لیے کافی تھا۔"[1]

پھر پٹھانوں پر اپنے مذہبی عقائد ٹھونسنے کی بھی کوشش کی گئی جس میں کامیابی نہ ہو سکی۔

"پہاڑی قومیں ان کے عقائد کے مخالف تھیں، اس لیے وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے۔"[2]

اس تشدد کا نتیجہ سوائے تباہی کے کچھ نہ نکلا:

"چونکہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے، اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کر دیا۔"[3]

اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ مفید رہے گا:

۱۔ سید احمد شہید کی صحیح تصویر — وحید احمد مسعود بدایونی

۲۔ امتیازِ حق — راجا غلام محمد

---

[1] مرزا حیرت دہلوی: حیاتِ طیبہ (مطبوعہ لاہور) ص ۲۵۵

[2] سید احمد خاں، سر: مقالاتِ سرسید، ج ۹، ص ۱۴۰ - ۱۳۹

[3] ایضاً ص ۱۴۰

Marfat.com

۳۔ حقائقِ تحریکِ بالاکوٹ — شاہ حسین گردیزی
۴۔ تاریخ تناولیاں — سید مراد علی
۵۔ حقیقت افسانۂ جہاد — سید نور محمد قادری

واقعۂ بالاکوٹ کے بعد

اس واقعہ کے بعد "مجاہدین" کی قیادت صادق پور کے علماء کے ہاتھ آئی، مولوی عنایت علی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ راجہ گلاب سنگھ والی کشمیر سے برسرپیکار رہے۔ ان کے بڑے بھائی اور سید صاحب کے خلیفہ مولوی ولایت علی اس علاقہ میں پہنچے، تو قیادت اُن کے سپرد کر دی گئی۔

ادھر ۱۸۴۹ء میں انگریزی تسلط پنجاب کو لپیٹ میں لے کر صوبہ سرحد تک پہنچ چکا تھا، انگریز جو اس سے پہلے اس تحریک کے پنپنے کے مواقع فراہم کرتا رہا تھا۔ پنجاب سے سکھوں کا کانٹا نکل جانے پر اس نے مجاہدین کو مزید کار روائی سے منع کر دیا کیونکہ اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔

مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں؛

"کہنا یہ ہے اور صاف صاف کہ جب تک مجاہدین سکھوں سے اُلجھے رہے کمپنی کی حکومت خاموش اور غیر جانب دار رہی "سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے" پر ترکوں نے نجد میں عمل کیا تھا، اُن کے اُستادوں نے اس فارمولے پر یہاں عمل کیا۔ مقصود یہ تھا کہ مجاہدین اور سکھوں کی آویزش میں سرکارِ عالی کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہو رہے گا، لیکن جونہی پنجاب کا الحاق عمل میں آیا (۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء) کمپنی اور سرکار کی نظر میں مجاہدین سے بُرا کوئی نہیں تھا۔" [۱]

عبدالرحیم عظیم آبادی لکھتے ہیں؛

"اس اثناء میں ملکِ پنجاب، گورنمنٹ برطانیہ کے تصرف میں آگیا تھا جب

---

[۱] مسعود عالم ندوی؛ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۱۱۳

Marfat.com

گلاب سنگھ کا اکثر ملک مجاہدین کے قبضے میں آگیا اور وہ تاب مقابلہ کی نہ لا سکا۔ مایوس ہو کر سرکارِ انگریزی سے اعانت کا خواہاں ہوا۔

اس وقت گورنمنٹ انگریزی نے ایک خط بنام مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی علیہما الرحمۃ کے لکھا کہ گلاب سنگھ نے سرکارِ انگریزی سے معاہدہ کیا ہے اور بموجب اس معاہدہ کے اب وہ گورنمنٹ کی حمایت میں ہے۔ اب اس سے لڑنا عین گورنمنٹ سے لڑنا ہے، لہٰذا تم کو چاہیے کہ اب اس سے مت لڑو . . . .

تب بڑے حضرت (مولوی ولایت علی) نے اس ملک کو چھوڑ کر سوات کے ملک میں جانا چاہا۔[1] بالاکوٹ سے سوات جاتے ہوتے راستہ میں انگریزی فوج نے گھیر لیا۔ اس کے بعد کی تفصیل مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی کی زبانی سنیے:

"اس وقت مجاہدین و جملہ فوج لڑنے کو تیار تھی، مگر جناب مولانا (ولایت علی) نے اپنی عادل گورنمنٹ سے لڑنا مصلحت نہ سمجھ کر اطاعت افسرانِ انگریزی کر لی۔ ان افسروں نے مولانا کو بجائے جانے سوات کے مع لشکر طرف لاہور کے روانہ کر دیا۔ یہ دونوں حضرات مع فوج و توپ خانہ وغیرہ سامان جنگ زیرِ نگرانی افواجِ انگریزی لاہور میں پہنچے۔ ان ایام میں جان لارنس صاحب بہادر چیف کمشنر پنجاب کے تھے، صاحب بہادر استقبال کر کے مولوی صاحب کو لاہور میں لائے اور بعد بہت گفتگو کے یہ بات قرار پائی کہ یہ دونوں حضرات مع ہندوستانی مجاہدین کے اپنے وطن کو واپس جائیں اور کل اسلحہ مع توپ خانہ گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت کر کے اس کی قیمت سے فوج کی بقایا تنخواہ دے کر برخاست کر دیں، اس وقت صرف پانچ سو مجاہدین آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ سر جان لارنس صاحب بہادر نے گورنمنٹ کی طرف سے مع کل مجاہدین کے آپ کی دعوت کی دوسرے روز صاحب

---

[1] عبدالرحیم عظیم آبادی تذکرۂ صادقہ (ہادی المطابع، کلکتہ، بارِ اول) ص ۱۰۰ - ۹۹

Marfat.com

ممدوح نے خود اپنے بنج سے دعوت دی۔ تیسرے روز مولوی رجب علی صاحب نے جو میر منشی کمشنری پنجاب کے تھے، دعوت کی۔

بعد اس کے یہ لوگ بہ اعزاز و اکرام تمام طی مراحل کرتے ہوئے مع فوج مجاہدین پٹنہ پہنچے . . . . . . پھر آپ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر تشریف لائے اور بدستور سابق وعظ و نصائح و مراقبہ و مشاہدہ میں مصروف ہوئے[1]

اس طویل اقتباس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تحریک جو سرحد کے سکھوں اور وہاں کے مسلمانوں کے خلاف چلائی گئی تھی، اپنے منطقی انجام کو پہنچ کر ختم ہو گئی تھی۔

چند سال بعد مولوی ولایت علی اور عنایت علی وغیرہ اپنی جائدادیں فروخت کر کے ستھانہ (سرحد) چلے گئے اور وہیں گوشہ نشین ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔[2] ستھانہ اور سوات میں یہ لوگ کافی تعداد میں موجود تھے۔ ان کے نام ہندوستان سے مالی امداد اور متعلقین کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ انگریز نے جب سرحد میں اپنا تسلط جمانا چاہا، تو اس امداد کے سلسلے کو سختی سے بند کر دیا، ممانعت کے باوجود جن لوگوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا، ان پر مقدمات چلائے گئے اور انہیں کڑی سزائیں دی گئیں۔ اس معاملہ میں صادق پور کے علماء سر فہرست تھے۔ یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہے کہ ان حضرات نے انگریز کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تھا اس لیے انہیں نشانۂ ستم بننا پڑا۔

سید طفیل احمد منگلوری جو سید صاحب کی تحریک کے دل و جان سے مداح ہیں، لکھتے ہیں،

"یہ معاملہ متعدد بار گورنمنٹ ہند کے علم میں مقامی حکام کی طرف سے لایا گیا" جس پر کوئی باز پرس نہ کی گئی اور صرف نگرانی کا حکم دیا گیا۔

مگر ۱۸۶۴ء میں جب گورنمنٹ ہند نے سرحد میں پیش قدمی شروع کی تب اس

---

[1] عبدالرحیم عظیم آبادی، تذکرۂ صادقہ ص ۱۰۱-۱۰۰

[2] سید طفیل احمد منگلوری، مسلمانوں کا روشن مستقبل (مطبع علیمی دہلی ۱۹۴۵ء) ص ۱۲۲

Marfat.com

امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ہندوستان سے سرحد کے تعلقات بالکل قطع کر دیئے جائیں، چنانچہ ۱۸۶۴ء سے ۱۸۷۰ء تک سرحدی محاربات کے دوران میں باشندگانِ ہند پر یکے بعد دیگرے پانچ مقدماتِ بغاوت چلائے گئے۔ ان مقدمات میں سب سے بڑے ملزمان پٹنہ کے خاندان کے لوگ اور ان کے مریدین و معتقدین تھے مولوی ولایت علی کے بڑے صاحبزادے مولوی عبداللہ اپنے والد کے ساتھ ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ ان کے حقیقی چچا زاد بھائی مولوی عبدالرحیم اور آخر الذکر کے حقیقی ماموں مولوی یحییٰ علی اور مولوی احمد اللہ سب کے سب ۱۸۶۴ء میں اس جُرم میں ماخوذ ہوئے کہ انہوں نے اپنے عزیزوں سے خط و کتابت رکھی اور انہیں مالی امداد بھیجی، حالانکہ یہ سلسلہ ۱۸۲۴ء سے جاری تھا جبکہ حکام گورنمنٹ خود مجاہدین کی ہنڈیوں کا روپیہ انہیں وصول کرا دیتے تھے۔ مولوی عبداللہ اور مولوی یحییٰ علی پٹنہ کے بڑے رؤسا میں سے تھے اور اوّل الذکر (مولوی عبداللہ) گورنمنٹ کے مسلم خیر خواہ تھے"۔ [1]

۱۸۲۴ء اور اس کے بعد عرصہ تک سرمایہ کے سرحد منتقل کرنے پر انگریز نے کوئی پابندی نہ لگائی، بلکہ معاونت کی اور ۱۸۶۴ء کے بعد کیوں پابندی لگا دی؟ وجہ ظاہر ہے کہ انگریز کے مقاصد پورے ہو چکے تھے اور اب انگریز کی نظر میں ان لوگوں کے سرحد میں قیام کا کوئی جواز نہ تھا، لہٰذا اس نے ہندوستان سے سرحد آنے والی مالی امداد کا پوری سختی سے دروازہ بند کر دیا جس کے نتیجے میں سرحد میں جھڑپیں بھی ہوئیں۔

---

[1] طفیل احمد منگلوری، سید، مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۱۲۳

Marfat.com

گورنمنٹ سے روابط

مولوی محمد حسین بٹالوی، ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ، اہل حدیث کے فاضل اور فعال عالم اور اُن کے "شیخ الکل" میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے، انہوں نے اپنے فرقہ کا رابطۂ عقیدت و وفاداری برٹش گورنمنٹ سے قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

"کسی قوم کی ترقی (جس میں مذہبی ترقی بھی شامل ہے) دنیاوی اسباب سے قطع تعلق کرنے سے نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے اور موجودۃ الوقت سلطنت سے ارتباط اور اس کی پالیسی کی مراعاۃ اور اس کے حضور عقیدت و انقیاد اور ارکانِ سلطنت سے رابطۂ محبت و اتحاد، اسبابِ دنیاوی سے ایک عمدہ اور قوی التاثیر سبب ہے۔"[1]

یہ خیال کسی کو پیدا نہ ہوا کہ مذہب بلا استعانتِ اسبابِ حسنِ معاشرت چل نہیں سکتا اور سلطنتِ وقت کے حضور میں اظہارِ عقیدت اور ارکان سلطنت سے ارتباط و موانست، اسبابِ دنیاوی سے اعلیٰ سبب ہے۔ اسی بےخیالی میں وہ (اہل حدیث) اپنی مسجدوں میں صحیح بخاری کا درس کرتے رہے یا کسی حجرہ میں خلوت گزیں ہو کر یا حی یا قیوم پڑھتے رہے اور کسی سے منجملہ اعیان ملک یا ارکانِ سلطنت ارتباط و اتحاد کا تعلق پیدا نہ کیا اور نہ کسی کے آگے اپنی عقیدت و اطاعتِ سلطنت کا اظہار کیا۔"[2]

بقول بٹالوی صاحب اسی طرزِ عمل کا نتیجہ تھا کہ مخالفین نے حکومت کو یہ تاثر دینا

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ ج ۹، شمارہ ۷، ص ۱۹۴

[2] ایضاً، ص ۱۹۵

Marfat.com

شروع کر دیا کہ یہ لوگ گورنمنٹ کے مخالف ہیں۔

"ان کا اور ان کے حریفوں کا یہ حال دیکھ کر اس قوم کے خادم و وکیل ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کو یہ تعجب انگریز (انگیز) خیال پیدا ہوا کہ ہندوستان کے تمام طبقات رعایا سے صرف یہی ایک فرقہ "اہل حدیث" ہے جو اس سلطنت کے زیرِ سایہ رہنے کو بلحاظِ امن و آزادی، اسلامی سلطنتوں کے زیرِ سایہ رہنے سے بھی بہتر جانتا ہے، کیونکہ اس فرقہ کو بجز اس سلطنت کے کسی اور سلطنت میں (اسلامی کیوں نہ ہو) پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔" [1]

یہ وہ حالات تھے جن کی بنا پر بٹالوی صاحب نے جماعتِ اہل حدیث کا خصوصی رابطہ گورنمنٹ سے قائم کیا اور تمام وفاداریاں حکومت کو پیش کر دیں۔

"اُدھر اپنی مہربان گورنمنٹ سے ارتباط اور ارکان سلطنت سے رابطۂ ملاقات پیدا کیا، قوم (اہل حدیث) کے وفادارانہ و مطیعانہ خیالات کو گورنمنٹ تک پہنچایا اور گورنمنٹ کی نظرِ عنایت شاہانہ کو قوم کی طرف متوجہ کیا۔" [2]

پھر اپنی قوم کے تمام افراد اور طبقات کو پُرزور اپیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"اس تمہید کو پڑھ کر اُمید ہے ہمارے اخوان اہل حدیث، خصوصاً اُن کے اکابر و رہبر اس ضرورت کا بڑھ کر ہونا تسلیم کریں گے، بلکہ خود بھی "اشاعۃ السنۃ" کی تقلید اختیار کر کے جا بجا اسی قسم کی کارروائیاں شروع کر دیں گے۔ واعظین و مدرسین اپنی مجالسِ وعظ و درس میں اور مصنفین اپنی کتب و رسائل میں اس قسم کے مضامین شائع کریں گے اور قولاً و عملاً گورنمنٹ پر اپنے سچے اور وفادارانہ خیالات ظاہر کرنے میں سرگرمی سے کوشش کریں گے۔" [3]

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ ج ۹، شمارہ ۷، ص ۶ ـ ۱۹۵

[2] ایضاً، ص ۱۹۶

[3] ایضاً، ص ۱۹۶

Marfat.com

اس کارروائی کا ایک حصہ، اہل حدیث نام الاٹ کرانے کی کوشش اور درخواست تھی (جس کا مختصر تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے) اس درخواست کی توثیق پورے ہندوستان کے اہل حدیث نے کی اور تین ہزار ایک سو چھتیس (۳۱۳۶) اعیان و اشخاص نے دستخط کیے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بٹالوی صاحب کی کارروائی سے تمام اہل حدیث متفق تھے۔

ہدیۂ تشکر

مولوی محمد حسین بٹالوی کی درخواستوں اور پے درپے کوششوں سے انگریزی حکومت نے اس فرقہ کا نام اہل حدیث تسلیم کر لیا۔ اس احسانِ عظیم کا شکریہ دل و جان سے ادا کیا گیا اور ہدیۂ تشکر کے اظہار کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے نہ دیا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ فرقہ اہل حدیث گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق رسی کا معترف ہے اور اپنے ہر دلعزیز اور مسلمانوں کے خیر خواہ "وائسرائے لارڈ ڈفرن" اور اپنے پیارے رحم دل اور فیاض لفٹیننٹ گورنر "سر چارلس ایچی سن" کا تہ دل سے شکر گزار ہے اور بعوض و شکریہ اس احسان اور احسانات سابقہ گورنمنٹ کے (جو بشمول دیگر رعایا خصوصاً اہلِ اسلام اس فرقہ پر مبذول ہیں) علی الخصوص احسان آزادی مذہبی کے (جس سے یہ فرقہ عام اہلِ اسلام سے بڑھ کر ایک خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھا رہا ہے) اہل حدیث لاہور نے جشنِ جوبلی کی تقریب پر کمال مسرت ظاہر کی اور قیصرۂ ہند کی پنجاہ سالہ حکومت کی خوشی میں اہلِ اسلام کی مکلف ضیافت کی جس میں رؤسا، شرفاء، علماء و عام اہلِ اسلام رونق افروز ہوئے۔[1]

تعداد اہل دعوت کا ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکا، مگر ناظرین و حاضرین کے قیاس میں سات آٹھ ہزار اشخاص کا مجمع تھا۔"[2]

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۷، ص ۲۰۳

[2] ایضاً، ص ۲۰۴

Marfat.com

۲ — اس دعوت میں گورنر پنجاب اور اس کے سیکریٹریوں سے بھی شمولیت کی درخواست کی گئی تھی۔ انہوں نے فرصت نہ ہونے کے سبب معذرت کردی، تاہم انہیں ہدیۂ نیاز پیش کرنے کے لیے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا،

اُس دعوت کے مقام (مولوی الٰہی بخش کی کوٹھی) کے عین دروازہ کے سامنے سے رات کے وقت ملاحظہ روشنی کے لیے نواب لیفٹننٹ گورنر بہادر کا گزر کرنا مقرر تھا۔ اس جگہ اہل حدیث نے ایک بلند اور وسیع دروازہ بنایا جس پر سنہری حرفوں میں ایک طرف انگریزی میں یہ کلمات دعائیہ مرقوم تھے،

THE AHL-I-HADIS WISH EMPRESS ALONE LIFE

(اہل حدیث چاہتے ہیں کہ قیصر ہند لی عمر دراز ہو)

دوسری طرف لاجوردی رنگ سے یہ بیت اردو سے

دل سے ہے یہ دُعائے اہل حدیث
جشنِ جوبلی مبارک ہو

اس دروازہ سے لیفٹننٹ گورنر اور ان کے مصاحبوں اور رئیسوں کی سواریوں کا گزر ہوا تو سب کی نگاہیں ان کلماتِ دُعائیہ کی طرف (جو لیمپ جھاڑ اور مہتابیوں کی روشنی سے روز روشن کی طرح نمایاں تھی) لگی ہوئی تھی اور اکثر کی زبان سے کلمہ "اہل حدیث" جاری تھا،[۱]

۳ — اسی خوشی و مسرت و عقیدتِ سلطنت کے اظہار کے لیے اسی رات دس بجے اہلِ پنجاب کی مختلف سوسائٹیوں کے ایڈریس مبارکباد پیش ہوئے۔ ان میں دسویں نمبر پر "اہل حدیث" کا ایڈریس جس کی نقل حاشیہ میں ہے، بذریعہ ڈیپوٹیشن پیش ہوا۔ اس ایڈریس پر مختلف اضلاع ہندوستان و پنجاب، بمبئی، مدراس و بنگال وغیرہ اعیانِ اہل حدیث کے دستخط ثبت تھے،"[۲]

---

[۱] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۷، ص ۵-۴-۲:
[۲] ایضاً، ص ۶-۲۰۵

Marfat.com

یہ سپاسنامہ بھی ملاحظہ ہو، اس کے ایک ایک حرف سے عقیدت و نیاز کے فوارے پھوٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں:

اڈیریس گروہ مسلمانانِ اہلِ حدیث

بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ ملکہ گریٹ برٹن

وقیصرۂ ہند بارک اللہ فی سلطنتہا

(۱) ہم ممبرانِ گروہِ اہلِ حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضورِ والا کی خدمتِ عالی میں جشنِ جوبلی کی دلی مسرت سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

(۲) برٹش رعایائے ہند میں کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں مبارک تقریب کی مسرت جوش زن نہ ہوگی اور اس کے بال بال سے صدائے مبارکباد نہ اُٹھتی ہوگی۔ مگر خاص کر فرقۂ اہلِ اسلام جس کو سلطنت کی اطاعت اور فرماں روائ وقت کی عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا ہے اور اس کو ایک فرضِ مذہبی قرار دیتا ہے۔ اس اظہارِ مسرت اور ادائے مبارکباد میں دیگر مذاہب کی رعایا سے پیش قدم ہے۔ علی الخصوص گروہِ اہلِ حدیث من جملہ اہلِ اسلام اس اظہارِ مسرت و عقیدت اور دعائے برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جن برکتوں اور نعمتوں کی وجہ سے یہ ملک تاجِ برطانیہ کا حلقہ بگوش ہو رہا ہے ازاں جملہ ایک بے بہا نعمت مذہبی آزادی سے یہ گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا نصیبہ اٹھا رہا ہے۔

(۳) وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اسی سلطنت میں حاصل ہے، بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ اُن کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور اُن کے دل سے مبارکباد

Marfat.com

کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔

ہم بڑے جوش سے یہ دُعا مانگتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تا دیر حضور والا کی رعایا کا نگہبان رہے تاکہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت میں امن و تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اُٹھائیں۔" [1]

۱۸۸۶ء میں ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کا جشن پنجاہ سالہ (گولڈن جوبلی) سرکاری طور پر منایا گیا تھا جس میں جماعتِ اہلِ حدیث، لاہور نے مذکورہ بالا سپاسنامہ پیش کیا تھا۔ [2]

۱۸۸۸ء میں ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے اس ایڈریس کی منظوری کا پروانہ جاری کیا گیا جسے اشاعۃ السنۃ میں ان الفاظ میں شائع کیا گیا۔

ملکہ "معظمہ" کی طرف سے اہل حدیث کو خطاب

"ہم اس مژدہ کے سنانے سے بھی نہیں رہ سکتے کہ ہماری مہربان ملکہ معظمہ انگلینڈ و قیصرِ ہند نے اہل حدیث کے ایڈریس موقعہ جوبلی کو کمالِ مسرت کے ساتھ قبول فرمایا ہے اور ازراہِ عنایتِ خسروانہ گروہِ اہل حدیث کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اُس شکریہ میں اس گروہ کو اُسے اہل حدیث خطاب "اہل حدیث" سے مخاطب کیا گیا ہے جو ان کے کمال امتیاز و اعزاز کا موجب ہے۔ اس اعزازِ شاہانہ و اکرام خسروانہ ملکہ معظمہ قیصرِ ہند پر اہل حدیث ہند کمال ادب و انکسار کے ساتھ اپنی مہربان ایمپرس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اُن کی درازیٔ عمر و ترقیٔ توفیق و اقبال کے لیے دست بدعا ہیں۔" [3]

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۷، حاشیہ ص ۶-۲۰۵

[2] پیام شاہجہانپوری، پندرہ روزہ تقاضے، لاہور (۱۵ مارچ و یکم اپریل ۱۹۸۳ء) ص ۳۷

[3] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۶

Marfat.com

اس کے بعد دو مکتوب پیش کیے گئے ہیں، جن میں ایڈریس کی قبولیت کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ ذیل میں ایک مکتوب کی نقل پیش کی جاتی ہے:

نمبر ۱۴۶۷ - ہوم ڈیپارٹمنٹ (پبلک)

از طرف: جے-پی ہیوٹ صاحب - انڈر سیکرٹری گورنمنٹ ہند

بنام: ممبرانِ اہل حدیث پنجاب

مقام شملہ ۱۱ر جون ۱۸۸۸ء

صاحبانِ شرفا! مجھے یہ کہنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ صاحب سکرٹری آف اسسٹنٹ نے اطلاع دی ہے کہ ہر مجسٹی ملکہ معظمہ قیصر ہند نے بالطاف خسروانہ اُس ایڈریس وغیرہ کو قبول فرمایا ہے جو آپ صاحبان نے ہر مجسٹی کی خدمت میں جوبلی کے موقعہ پر پیش کیا تھا اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہر مجسٹی کا خاص شکریہ آپ لوگوں کو اس خیر خواہانہ نذرانہ کے لیے پہنچایا جائے۔

مجھے اے صاحبان آپ کا نہایت فرمانبردار ملازم ہونے کی عزت حاصل ہے

جے-پی-ہیوٹ

انڈر سکرٹری گورنمنٹ ہند[1]

ملکہ برطانیہ کی گولڈن جوبلی کے موقع پر اہل حدیث نے جس خوشامد اور اظہار عقیدت و وفاداری کا اظہار کیا۔ وہ صرف ظاہرداری کی بنیاد پر نہ تھا، بلکہ دلی جذبات کی ترجمانی تھا۔ نیز اس پر انھیں کبھی ندامت نہیں ہوئی، بلکہ اس طرزِ عمل کے جواز پر انھوں نے شریعت کے حوالے سے دلائل بھی پیش کیے، محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

"اس مضمون میں دلائل کتاب وسنت کا بیان دو غرض سے ہوتا ہے، ایک یہ کہ گورنمنٹ کو یہ یقین ہو کہ اس موقع پر مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے، سچے دل سے کیا ہے

---

[1] محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنۃ، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۷

Marfat.com

اور اپنے مقدس مذہب کی ہدایت سے کیا ہے۔ صرف ظاہرداری اور جھوٹی خوشامد سے کام نہیں لیا۔

دوسری یہ کہ ناواقف مسلمانوں کو مسلمانوں کے اس فعل میں عدم جواز اور مخالفتِ شریعت کا وہم وگمان پیدا نہ ہو۔" [1]

مزید لکھتے ہیں ؛

"پس واضح ہو کہ جو کچھ اس موقع پر اہل حدیث نے کیا ہے، وہ امور ذیل ہیں ؛

(۱) ملکہ معظمہ کی تعظیم کرنا اور تعظیمی الفاظ سے اس کو یاد کرنا۔

(۲) ملکہ معظمہ کی حکومت پنجاہ سالہ پر خوشی کرنا اور اس خوشی میں مسلمانوں کو کھانا کھلانا۔

(۳) برٹش سلطنت کی اطاعت وعقیدت کو ظاہر کرنا اور اس کو فرضِ مذہبی بنانا۔

(۴) اس سلطنت کی برکات واحسانات (امن آزادی وغیرہ) کا معترف ہونا اور اس پر ملکہ معظمہ اور سلطنت کی تعریف کرنا اور شکر گزار ہونا۔

(۵) ملکہ معظمہ اور اس کی سلطنت کے لیے دعاءِ سلامت وحفاظت وبرکت کرنا وعلیٰ ہٰذا القیاس ان امور میں کوئی امر بھی ایسا نہیں ہے جس کے جواز پر شریعت کی شہادت پائی نہ جاتی ہو۔" [2]

لارڈ ڈفرن کے حضور

غالباً ۱۸۸۸ء میں ہندوستان کے گورنر جنرل اور وائسرائے لارڈ ڈفرن کے حضور، جماعت اہلِ حدیث نے اس کی وطن واپسی کے موقع پر ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ سپاسنامہ کیا ہے؟ عقیدت ووفاداری کا نچوڑ پیش کر دیا گیا ہے اور بقول بٹالوی صاحب ؛

---

[1] محمد حسین بٹالوی ؛ اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۸، ص ۲۲۸

[2] ایضاً، ص ۲۲۹

Marfat.com

"ڈیپوٹیشن دھوم دھام کا تھا"[1]

سپاسنامہ فارسی میں تھا، اس کا ترجمہ مع تلخیص پیش کیا جاتا ہے:

حضور والا!

ہم فرقۂ اہل حدیث کے چند ارکان اور پنجاب اور ہندوستان کے دیگر اسلامی فرقوں کے چند اشخاص اپنی طرف سے اصالۃً اور اپنے دیگر ہم مشربوں کی طرف سے وکالۃً، اس والا درجات کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے اور اس ذات ستودہ صفات کی مفارقت پر اظہارِ غم کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں —— "خیر اندیشوں" اور "جاں نثاروں" کے مذہب کے مطابق کمالِ عجز و انکسار کے ساتھ، عرضِ مدعا کی اجازت چاہتے ہیں۔ اس "کرم گستر" اور "عدل پرور" کے عہد سعادت مہد کی برکتیں اور احسانات، بارانِ رحمت، عمیم البرکت کی طرح اس اطاعت شعار علاقہ کے تمام لوگوں اور تمام قوموں پر برسے ہیں (جیسے مملکت میں قیام امن، حدودِ سلطنت کا استحکام، پبلک سروس کمیشن کا تقرر اور لیڈی ڈفرن فنڈ کی تجویز وغیرہ) ہندوستان کے مسلمانوں نے دوسری قوموں کی طرح اور ان کے برابر ان سے کافی و وافی حصہ حاصل کیا ہے۔ "حضور پُر نور" کے بعض انعامات اور احسانات ایسے ظاہر ہوتے ہیں جن سے استفادہ کرنے میں اہل اسلام عموماً اور اہل حدیث خصوصاً سبقت لے گئے ہیں اور ایک قسم کی خصوصیت پیدا کی ہے۔

خاص طور پر فرقۂ اہل حدیث کے لیے جو عظیم مہربانی اور گراں قدر احسان روا رکھا ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے حق میں لفظ وہابی کا استعمال سرکاری دفاتر میں ممنوع قرار دے دیا ہے جو ان کی دل آزاری کرتا تھا اور ان کی وفاداری اور جاں نثاری جو نازک وقتوں میں پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور سرکار والا کے نزدیک بھی مسلّم ہے،

---

[1] محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنۃ ج ۱۱ ، شمارہ ۲ ، ص ۳۰۴

ناواقفوں کی نظر میں مشکوک بنا دیتا تھا، اس طرح بے خبروں کی بدگمانیوں کو ختم کر دیا۔

اہلِ اسلام عموماً اور اہل حدیث پر خصوصاً ان انعامات عامہ وخاصہ پر نظر کرتے ہوئے ہزار زبان سے اس والا دودمان کے احسان کا شکر تہِ دل سے بجالاتے ہیں اور اس مظہرِ جُود و احسان کی قبل از وقت مفارقت پر اشکِ حسرت بہاتے ہیں اور دلی رنج کو اس آرزو کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ کاش ہُما کا ہم پلہ سایہ، مقررہ میعاد تک ان کے سروں پر پھیلا رہتا اور حکومت کی مدّت دوگنا ہو جاتی تاکہ فوائد و منافع، مسلمانوں کا نصیب ہو کر بارِ احسان ان کے کندھوں پر رکھ دیتے۔

آخر میں حضور موفور السرور کی ناگزیر مفارقت پر فراق گزیدہ بے چارے صبر و سکون کا دامن پکڑ کر اس دعائے خیر کے ساتھ اپنے آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ خداوندِ عالم، ذات مکرمت صفات کو امن وعافیت کے ساتھ وطن مالوف تک پہنچائے اور اس جگہ روز افزوں ترقیِ اقبال عطا فرما کر اہلِ اسلام کے فائدے اور بہتری کے لیے سرچشمہ بنائے۔

اور تاج و تخت برطانیہ جس کی نیابت کا شرف جناب والا کو حاصل ہے کو تمام تر قیام و استحکام عطا فرما کر ملک کے لیے موجبِ امن و برکت اور مسلمانوں کی حفاظت و حمایت کا باعث بنائے۔

ہم ہیں حضور کی وفادار اور جاں نثار رعایا [1]

اگر زحمت نہ ہو تو ایک دفعہ پھر اس سپاسنامے کو پڑھ لیجیے اور خیر اندیشوں اور جاں نثاروں کا حضور پُرنور، کرم گستر اور عدل پرور کی بارگاہ میں یہ فدویانہ اعتراف ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کے

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۳۱-۴۰

Marfat.com

بعض انعامات وہ ہیں جن کے حصول میں اہل حدیث خصوصیت کے ساتھ سبقت لے گئے ہیں اور پھر نگاہِ حیرت سے یہ نظارہ بھی دیکھئے کہ ان کی جبین پر عرق انفعال نام کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی :

"اور پھر مولانا محمد حسین بٹالوی کے متعلق ماسوا اس کے کہ انہوں نے انگریز گورنر کے پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد رکھنے، لوکل گورنمنٹ کے اجراء، چیفس کالج کے قائم کرنے، پبلک لائبریری کے بنانے اور طلبہ کو وظائف دینے پر اس کا شکریہ ادا کیا ہے اور کون سی چیز ہے جس پر انہیں مطعون کیا جا سکتا ہے ۔" [1]

اسے کہتے ہیں کہ اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اگر بٹالوی صاحب کے سپاسنامے میں طعن کی کوئی وجہ نہیں ہے، بلکہ انگریزی حکومت سے مربعے حاصل کرنے اور حرمتِ جہاد کا فتویٰ دینے اور خوشامدوں کے طومار کھڑے کر دینے میں بھی آپ کے نزدیک طعن کی کوئی وجہ نہیں ہے تو پھر کہہ دیجئے کہ دنیا میں کسی ایسی چیز کا وجود ہی نہیں ہے جس پر طعن کیا جا سکے ۔

جان چھڑانے کا ایک تعجب خیز انداز بھی دیکھتے چلئے :

رہا معاملہ محمد حسین بٹالوی کے دو ایڈریسوں کا تو ہم اس سلسلہ میں متنبی قادیانی کی اُمت کی طرح کسی طرح کی تاویل و تحریف کے چکر میں پڑنے کی بجائے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر کسی فرد یا چند افراد نے ایسا کیا تو غلط کیا، ہم انہیں نہ معصوم سمجھتے ہیں اور نہ صاحبِ شریعت کہ ان کی ہر بات ہمارے لیے حجت و سند ہو قوم میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن سے غلطیوں اور لغزشوں کا صدور ہوتا ہے ان سے مجموعی طور پر قوم کے دامن پر دھبہ نہیں لگ سکتا اور نہ ہی ان کی بناء پر کسی گروہ کو مطعون کیا جا سکتا ہے ۔" [2]

---

[1] ظہیر : مرزائیت اور اسلام ص ۲۳۳

[2] ایضاً : ص ۲۳۳

Marfat.com

مقامِ عبرت ہے کہ جب اس ایڈریس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر کسی کو مطعون کیا جا سکے، تو اس برأت کی کیا ضرورت؟ پھر یہ معاملہ ایک فرد یا چند افراد کا نہیں ہے۔ اس سپاسنامے پر دستخط کرنے والے اس وقت کے اہلِ حدیث کے تمام بڑے بڑے ستون اور قائدین شامل ہیں اور حد یہ کہ "شیخ الکل" میاں نذیر حسین دہلوی کے دستخط سرِ فہرست ہیں۔ انصاف و دیانت کا پتا اس وقت چلے گا، جب ان سب سے اظہارِ برأت کر دیا جائے گا، ورنہ گلوخلاصی کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اس سپاسنامے پر دستخط کرنے والوں کے چند نام ملاحظہ ہوں:

مولوی سید محمد نذیر حسین دہلوی (شیخ الکل)

ابو سعید محمد حسین (بٹالوی)، وکیل اہلِ حدیث ہند

مولوی محمد یونس خاں، رئیس وناولی، علی گڑھ

مولوی قطب الدین، پیشوائے اہلِ حدیث، روپڑ

مولوی محمد سعید، بنارس

مولوی الٰہی بخش پلیڈر، لاہور

مولوی سید نظام الدین پیشوائے اہلِ حدیث، مدراس، وغیرہ وغیرہ [۱]

اس سپاسنامہ کے جواب میں وائسرائے لارڈ ڈفرن نے جو کچھ کہا، اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> صاحبان! میں اس ایڈریس کے لیے جو بھی آپ نے مجھے دیا ہے، آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کے خیرخواہانہ اظہاراتِ عقیدت، نسبت برٹش گورنمنٹ کو سن کر خوش ہوتا ہوں اور میں خلوصِ دل سے امید کرتا ہوں کہ شمال مغربی سرحد کو استحکام دینے کی وجہ سے (جس میں آپ میں سے اکثر توجہ اس کے کہ

---

[۱] محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنّۃ، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۲-۴۱

سرحدی صوبہ کے باشندے ہیں، خاص دلچسپی رکھتے ہیں) جو امن اس وقت ہمیں حاصل ہے، قائم رہے گا۔" [1]

لیفٹیننٹ گورنر پنجاب ایچی سن کے حضور

۲۴ مارچ ۱۸۸۷ء کو گورنر پنجاب کی رخصت پر اہلِ حدیث نے ایک سپاسنامہ پیش کیا جس میں اظہارِ عقیدت و وفاداری کا وہی والہانہ انداز ہے جو لارڈ ڈفرن کے سپاسنامہ میں ہے۔ اس سپاسنامہ کا ایک حصہ نقل کیا جاتا ہے:

ایڈریس منجانب فرقہ اہل حدیث و ممبران دیگر فرقہا اہلِ اسلام

بحضور سر چارلس امفرسٹن ایچیسن صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی

سی۔ آئی۔ ای۔ ایل ایل۔ ڈی لیفٹیننٹ گورنر پنجاب وغیرہ

ہم ممبران فرقہ اہلِ حدیث و دیگر فرقہائے اہلِ اسلام حضور والا کی عالی خدمت میں اس موقعہ پر (جب کہ حضور اس صوبہ سے مرخص ہوتے ہیں) کمال ادب و اخلاص کے ساتھ حضور والا کے خسروانہ احسانات و مربیانہ عنایات کا شکریہ ادا کرنے اور حضور کی مفارقت پر دلی افسوس ظاہر کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔

حضور والا کے شاہانہ عنایات و مربیانہ توجہات ابتدا رونق افروزی ہندوستان سے اس عہدِ گورنری تک اس ملک ہندوستان پر اس کثرت و تواتر سے مبذول رہی ہیں کہ اگر ان کو متواتر بارانِ رحمت یا موجزن دریا موہبت کہا جائے تو بیجا نہیں ہے

آخر میں لکھتے ہیں:

خاتمہ میں ان کلماتِ دعائیہ کی عرض پر اکتفا کرتے ہیں کہ خداوندِ عالم

---

[1] محمد حسین بٹالوی: اشاعۃ السنۃ، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۴۳

Marfat.com

حضور فیض گنجور کو صحت و سلامتی کے ساتھ وطن مالوف میں پہنچائے اور پھر بہت جلد حضور کو عہدۂ گورنر جنرل پر ماموروں معزز فرما کر ہندوستان میں لاوے اور ہماری آنکھوں کو دوبارہ حضور کے دیدار فیض آثار سے منور کرے ثم آمین ثم آمین

؎ بوطن رفتنت مبارکباد ‏ ‏ ‏ بسلامت روی و باز آئی[1]

دربار دہلی میں ارمغانِ عقیدت

اہل حدیث کی تاریخ یہ رہی ہے کہ انہوں نے حکومتِ برطانیہ کی خوشامد کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں :

"خاکسار نے بمشورہ بعض اعیان اہل حدیث پنجاب و بنگال گورنمنٹ پنجاب سے اس مضمون کی درخواست کی کہ ہر چند مختلف اضلاع اور شہروں کے تمام جلسوں میں، جن میں اہلِ اسلام ہندوستان نے بتقریب تاجپوشی ہز میجسٹی کنگ امپر مسرت کا اظہار کیا ہے۔ مسلمانانِ اہل حدیث بھی شامل رہے ہیں، مگر خاص موقع دربارِ دہلی میں وہ لوگ خصوصیت کے ساتھ اظہار مسرت چاہتے ہیں . . .

اس درخواست کے جواب میں سکرٹری گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے یادداشت نمبری ۶۳۹ دفتر اشاعۃ السنۃ میں موصول ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

تختِ نشینی ہز میجسٹی کنگ امپر کی تقریب پر ہندوستان کے مختلف فرقوں کو ایڈریس مبارک باد پیش کرنے کا کئی دفعہ موقع دیا گیا ہے، لہذا گورنمنٹ ہند کی تجویز نہیں ہے کہ اب دربار دہلی میں کوئی ڈیپوٹیشن ایڈریس پیش کرے۔ ہاں فرقہ اہلحدیث معمولی طور پر گورنمنٹ ہند کی خدمت میں مبارک باد کا ایڈریس پیش کرے تو گورنمنٹ ہند کو اس کے قبول کرنے میں عذر نہ ہوگا۔"[2]

---

[1] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۹، شمارہ ۸، ص ۲۵۱-۲۵۴

[2] ایضاً، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۴

Marfat.com

کوئی وجہ نہ تھی کہ خصوصی طور پر ہدیۂ عقیدت پیش کرنے کی اجازت نہ دی جاتی کیوں کہ حکومتِ برطانیہ کو یہ جاں نثاری اور وفاداری کسی دوسرے فرقہ سے نہیں ملی تھی۔

الاقتصاد فی مسائل الجہاد

مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث کے وکیل اور سرکردہ علماء میں سے تھے۔ ۱۷ محرم ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء کو پیدا ہوئے اور ۱۳۳۸ھ/۲۰-۱۹۱۹ء کو فوت ہوئے۔

حکیم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

الشیخ الفاضل ابوسعید محمد حسین بن رحیم بخش بن ذوق محمد الہندی البطالوی احد کبار العلماء [1]

گزشتہ صفحات میں انگریزی حکومت سے روابط کا تذکرہ زیادہ تر ان ہی کے حوالہ سے کیا جا رہا ہے اور ان معاملات میں زیادہ تر وہی پیش پیش رہے ہیں۔

۱۸۷۶ء میں انہوں نے ایک رسالہ الاقتصاد لکھا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان تو ہندوستان دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک کے مسلمانوں کا گورنمنٹ سے جہاد جائز نہیں۔

"۱۸۷۶ء میں ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد تالیف کر چکا ہے جس میں قرآن و حدیث اور فقہی دلائل سے ثابت و مدلل ہے کہ اس گورنمنٹ سے مسلمانوں کا ہند کے ہوں خواہ روم یا عرب کے مذہبی جہاد جائز نہیں اور اسی سال پنجاب کے عام اہل حدیث نے بذریعہ ایک عرضداشت اپنی عقیدت اطاعت گورنمنٹ کا اظہار کیا تھا جس پر گورنمنٹ کی طرف سے اس کی تائید و تصدیق میں ایک سرکلر جاری ہوا تھا جو "اشاعۃ السنۃ" نمبر ۹، جلد ۸ میں منقول ہو چکا ہے۔" [2]

---

[1] عبدالحی لکھنوی، مورخ، نزہۃ الخواطر (نور محمد، کراچی) ج ۸، ص ۴۲۷

[2] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ ج ۹، شمارہ ۱، ص ۲۶

Marfat.com

ہندوستان دارالاسلام ہے

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں ؛

"جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو، وہ شہر یا ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو، اقوامِ غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پالیا ہو، (جیسا کہ ملک ہندوستان ہے) تو جب تک اس میں ادائے شعائرِ اسلام کی آزادی رہے، وہ بحکم حالتِ قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے"[1]

دُنیا کا کوئی مسلمان بادشاہ گورنمنٹ سے جہاد نہیں کر سکتا۔

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں ؛

اُس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملکِ ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے، دارالاسلام ہے، اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا، مہدی سودان ہو یا خود حضرت سلطان (ترکی کا بادشاہ) شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان، مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا جائز نہیں ہے"[2]

جہاد کہیں بھی نہیں ہو سکتا

مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

اُن دو نتیجوں سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے، کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات و

---

[1] محمد حسین بٹالوی ؛ الاقتصاد (وکٹوریہ پریس) ص ۱۹

[2] ایضاً ، ص ۲۵

Marfat.com

شرائط امامت موجود ہے اور نہ اُن کو ایسی شوکت وجمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی اُمید کر سکیں۔

ہم جب کبھی بعض اخبارات میں یہ خبر دیکھتے ہیں کہ سلطنتِ روم یا ریاستِ افغانستان وغیرہ بلادِ اسلام سے جہاد کا اشتہار دیا گیا ہے، تو ہم کو سخت تعجب ہوتا ہے اور اس خبر کا یقین نہیں آتا اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت رُوئے زمین پر امام کہاں ہیں جس کی پناہ میں اور اُس کے امر واجازت سے مسلمان جہاد کر سکیں اور ایسی جمعیت وشوکت کس کو میسّر ہے جس سے وہ اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی اُمید رکھیں"۔[1]

بعض لوگ جب تسلیم سے راہِ فرار اختیار نہیں کر سکتے، تو یہ عذر تراشتے ہیں کہ اس قسم کی کارروائیوں کی ذمہ داری بٹالوی صاحب یا چند دیگر افراد کے سر ہے[2] حالانکہ بٹالوی صاحب نے رسالہ الاقتصاد پر پورے ملک کے سینکڑوں علماء سے تصدیق حاصل کی تھی، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"یہ رسالہ میں نے ۱۸۷۶ء میں تالیف کیا اور اس میں علماء اسلام کی رائیں لینے اور اُن کا توافق رائے حاصل کرنے کے لیے لاہور سے عظیم آباد، پٹنہ تک سفر کیا اور اکابر علماء مختلف فرقہ ہائے اسلام کو یہ رسالہ حرف بحرف سنا کر ان کا توافق رائے حاصل کیا اور بعض بلادِ ہندوستان و پنجاب میں (جہاں راقم خود نہیں جا سکا) اس رسالہ کی متعدد کاپیاں بھجوا کر ان بلاد کے اکابر علماء کا اتفاق رائے حاصل کیا۔ پھر ۱۸۷۹ء میں اس رسالہ کے اصل اصول مسائل کو بہ ضمن ضمیمہ نمبر ۱۱ جلد ۲ رسالہ اشاعۃ السنۃ بعنوان استشہاد عام لوگوں میں شائع کیا اور اس میں عام اہلِ اسلام کو ان مسائل میں اپنی آراء ظاہر کرنے کا موقع دیا جس پر بہت سے مواضع ہندوستان و پنجاب کے

---

[1] محمد حسین بٹالوی: الاقتصاد ص ۷۲

[2] ظہیر: مرزائیت اور اسلام (ادارہ ترجمان السنۃ لاہور) ص ۲۲۳

Marfat.com

(جہاں وہ ضمیمہ پہنچا) صدہا عوام و خواص نے ان مسائل کی نسبت اپنا اتفاق رائے ظاہر کیا۔" [1]

صاف ظاہر ہے کہ اس رسالہ کے مندرجات تمام اہل حدیث کے اتفاقی تھے، بٹالوی صاحب کے انفرادی نظریات نہ تھے۔

قصور میں اہل حدیث کے سرکردہ علماء میں مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری اور مولوی مرزا فتح محمد بیگ تھے۔ وہ دونوں بٹالوی صاحب سے بھی پہلے جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ دے چکے تھے۔ اس وقت ہمارے سامنے مرزا فتح محمد بیگ کی نگرانی میں شائع ہونے والے ماہانہ رسالہ انجمن مفید عام قصور کا ایک شمارہ ہے جس میں مرزائے موصوف کے رسالہ جہاد پر ریویو (تبصرہ) ایک معاصر اخبار سے نقل کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس کے چند اقتباس پیش کیے جاتے ہیں:

"مرزا صاحب (فتح محمد بیگ) نے جملہ ساکنان پنجاب کی نسبت اعلیٰ حکام کے سامنے بارہا ظاہر کیا ہے کہ وہ سب کے سب بمقابلہ گورنمنٹ جہاد کو حرام خیال کرتے ہیں۔" [2]

علاوہ بریں اور بہت سے علماء دین نے جو اس مسئلہ کی بابت بہت کچھ لکھا اور کہا ہے ان کا کیا نقصان ہوا؛ جیسا کہ جناب مولانا حضرت مولوی سید احمد خاں صاحب بہادر نجم الہند نے ایک رسالہ ڈاکٹر ہنٹر کے جواب میں لکھا اور مولوی غلام علی صاحب امرتسری ایک مدت سے اس مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں، صاحب آخر الذکر خاص کر کے اُس وقت بھی جہاد کو مخالف گورنمنٹ انگریزی ایسا ہی ناجائز اور حرام کہتے تھے، جبکہ مولوی محمد حسین بٹالوی اس مسئلہ میں اُن کے برخلاف تھے۔" [3]

---

[1] محمد حسین بٹالوی؛ الاقتصاد ص ۳ — ۲

[2] رسالہ انجمن مفید عام قصور، شمارہ فروری ۱۸۸۰ء ص ۲۲

[3] ایضاً؛ ص ۴ — ۲۳

Marfat.com

بٹالوی صاحب تو زبانِ حال سے یہ کہتے ہوں گے ع
نہ تنہا من دریں مے خانہ مستم

ان تفصیلات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ محوِ حیرت ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے:

"اور اس دور میں جبکہ ہندوستان کے خائن اور غدار، انگریزوں کی حمایت میں جہاد کو ناجائز قرار دے رہے تھے اور ہندوستان کو دارالاسلام بتا رہے تھے۔ اہل حدیث نہ صرف ہر طریقے سے قوم کو جہاد کا درس دے رہے تھے، بلکہ عملاً جہاد میں شریک بھی تھے اور پورا ہندوستان ان کے جہاد کے نعروں سے گونج رہا تھا۔"[1]

شاہ اسمٰعیل دہلوی کی تقریر کا ایک اقتباس اس سے پہلے گزر چکا ہے اس موقع کی مناسبت سے دوبارہ نقل کر دینا مناسب رہے گا۔

"ان پر (انگریز کے خلاف) جہاد کسی طرح واجب نہیں . . . .
بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔"[2]

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ "اہل حدیث نہ صرف ہر طریقے سے قوم کو جہاد کا درس دے رہے تھے، بلکہ عملاً جہاد میں شریک بھی تھے۔" انہوں نے یہ نہیں کہا کہ انگریز کے خلاف جہاد کا درس دیا جا رہا تھا یا جہاد کیا جا رہا تھا اور حقائق و شواہد بھی یہ گواہی دے رہے ہیں کہ دہلوی سے لے کر بٹالوی تک انگریز کے خلاف جہاد کو ناجائز اور حرام قرار دیتے تھے، ان کا جہاد سرحد کے حنفی مسلمانوں کے خلاف تھا یا سکھوں کے خلاف جو انگریزوں کے لیے مستقل دردِ سر کی حیثیت رکھتے تھے۔

---

[1] ظہیر: مرزائیت اور اسلام ص ۲۱۵

[2] مرزا حیرت دہلوی حیاتِ طیبہ (مطبع فاروقی، دہلی) ص ۲۹۴

Marfat.com

امام احمد رضا بریلوی نے فتویٰ دیا تھا کہ ہندوستان میں جہاد کی شرطیں موجود نہیں، اس لیے مسلمانوں پر جہاد واجب نہیں، اس پر انتہائی تند و تیز فتوے صادر کیے جاتے ہیں۔ انداز ملاحظہ ہو:

"کسی انصاف پسند کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اس بات سے اختلاف کرے کہ بریلوی اور بریلویت کا تمام وزن، غاصب انگریزی استعمار کے پلڑے میں تھا، اگرچہ انہیں انگریز کا ملازم، جاسوس اور تنخواہ دار تسلیم نہ کرے، کیونکہ انہوں نے جہاد اور مجاہدین کے خلاف فتویٰ دیا اور انگریزی استعمار کے خلاف ترکِ موالات کی تحریک کی مخالفت کی، بلکہ لوگوں کو انگریزوں کی دوستی اور موالات کا حکم دیا۔"[1]

ترکِ موالات کے مسئلہ میں امام احمد رضا بریلوی کا موقف کیا تھا؟ اس وقت زیرِ بحث نہیں، اس کے لیے پیشِ نظر کتاب کے دیگر اوراق کا مطالعہ کیجیے، اس وقت تو صرف اس امر کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ یہ تمام امور بلکہ اس سے کہیں زیادہ بٹالوی صاحب اور دیگر علماء اہلِ حدیث میں پائے جاتے ہیں، انہیں کن خطابات سے نوازا جائے گا؟

۱۸۵۷ء کے مجاہدین مفسد، بدکردار، باغی

محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

"مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے، وہ سخت گنہگار اور بحکمِ قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی، بدکردار تھے، اکثر ان میں عوام کالانعام تھے۔ بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے، وہ بھی اصل علومِ دین (قرآن و حدیث) بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ، باخبر و سمجھ دار علماء (اہل حدیث) اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے اور نہ اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لیے مفسد لیے پھرتے تھے، انہوں نے خوشی سے دستخط کیے۔

---

[1] ظہیر: البریلویۃ ص ۴۴

Marfat.com

یہی وجہ تھی کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے، اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے ہیں۔ اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے کسی کو اُونچی اذان نہیں کہنے دیتے تھے) لڑے۔" [1]

جہاد حرام

دربھنگہ کے ایک اہل حدیث لکھتے ہیں،

"حکام نے مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ تمہارے مذہب میں سرکار سے جہاد درست ہے یا نہیں؛ تب انہوں نے ایک کتاب لکھی اور بہت علماء سے دستخط کرا کے بھیجی کہ ہم لوگ اہل حدیث کے مذہب میں بادشاہ سے جس کے امن میں رہتے ہیں، جہاد حرام ہے۔" [2]

الاقتصاد کے علاوہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی ادارت میں شائع ہونے والے جریدہ اشاعۃ السنۃ کی فائلیں گواہ ہیں کہ فرقۂ اہل حدیث نے گورنمنٹ کے حضور کس کس طرح اپنی وفاداری کے ثبوت فراہم کیے ہیں،

"اشاعۃ السنۃ نے گورنمنٹ میں اہل حدیث کی وقعت کو جما دیا اور ان کی وفاداری کا ثبوت دے کر داغِ بغاوت جو دراصل اُن کے دشمنوں کا اختراع تھا، مٹا دیا۔" [3]

---

[1] محمد حسین بٹالوی، الاقتصاد ص ۵۰-۴۹

[2] محمد حسین بٹالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ ۲، ص ۳۶

[3] ایضاً، ص ۴۰

Marfat.com

سرٹیفکیٹ (اعزازیہ سند)

۳۱ مارچ ۱۸۸۷ء کے سرٹیفکیٹ میں سر چارلس ایچیسن صاحب بہادر سابق نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب لکھتے ہیں :

"ابو سعید محمد حسین فرقہ اہل حدیث کے ایک سرگرم رُکن مولوی اور فرقۂ اسلام کے وفادار اور ثابت قدم وکیل ہیں، ان کی علمی کوششیں لیاقت سے ممتاز ہیں، وہ نیز ملکۂ معظمہ کی وفادار رعایا میں سے ہیں۔"[1]

اگر کوئی محقق "انگریز اور اہل حدیث کی وفاداری" کے عنوان پر اشاعۃ السنۃ کی بنیاد پر تحقیقی مقالہ لکھنا چاہیے تو ضخیم مقالہ لکھ سکتا ہے اور اگر اس موضوع پر اس رسالہ کے متعلقہ صفحات کے عکس ہی جمع کر دیئے جائیں، تو اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

مولوی محمد یونس خاں اہل حدیث، رئیس دتاؤلی، علی گڑھ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کی حمایت میں ایک مضمون لکھا تھا، اس کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں :

رفتارِ زمانہ سے واقف

"حقیقت میں مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب اہل حدیث کے فرقہ میں پہلے وہ شخص ہیں جو زمانہ کی رفتار سے واقف ہوئے ہیں اور ٹھیٹھ اسلام کی رُو سے ہمارے اور گورنمنٹ ملکہ معظمہ کے تعلقات کو سمجھے ہیں اور اُن کو ظاہر کیا ہے ..... جب کہ تمام ملکوں اور تمام مذاہب کی رعایا حضور ملکہ معظمہ کی پنجاہ سالہ جشن میں اظہارِ مسرت کر رہے ہیں۔ کیا صرف فرقہ اہل حدیث ہی ایسا ناسپاس اور خیرہ ہو جاوے کہ اظہارِ خوشی سے سکوت اختیار کرے۔"[2]

---

[1] محمد حسین دہلوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ ۲، ص ۱۴۸

[2] محمد یونس، اہل حدیث، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اوّل، ص ۲۲

Marfat.com

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں :

"اس کارروائی کے پہلوؤں کو وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں جو پولیٹیکل امور کے سمجھنے کا دماغ رکھتے ہیں" [۱]

خوفناک انگریزی مظالم

احسان الٰہی ظہیر لکھتے ہیں :

"انگریزی استعمار نے ہندوستان سے مسلمانوں کا بساطِ حکومت لپیٹ دیا اور ۱۸۵۷ء میں ان کے خون بہائے، ان کی شوکت کو توڑا، ان کی قوت کو کمزور کیا، ان کے علماء کو پھانسیوں پر چڑھایا، ان کے قائدین اور زعماء کو جلاوطن کیا" [۲]

اس میں شک نہیں کہ انگریز کے مظالم نے ہلاکو اور چنگیز کی رُوحوں کو شرما دیا، لیکن علمائے اہل حدیث، ملکہ وکٹوریہ کو مادرِ مہربان قرار دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی شفیق ملکہ ہماری سلطنت ہی کے لیے بنائی ہے، تو اس نتیجہ میں وزن محسوس ہوتا ہے کہ ان حضرات نے نہ تو جنگِ آزادی میں حصّہ لیا تھا اور نہ ہی موردِ عتاب بنے۔ انہوں نے تو اپنے دلی جذبات عقیدت سے گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا یقین دلا دیا تھا۔

مادرِ مہربان

مولوی محمد یونس اہل حدیث رئیس دتاولی لکھتے ہیں :

"ہم اپنی ملکہ مادرِ مہربان کی خوشی کے کیونکر ساتھ نہ ہوں؟ کون ملکہ؟ جس نے ہماری شوخ چشمیوں اور خیرہ سریوں کو بالکل اپنے دل سے فراموش کر کے غدر

---

[۱] محمد حسین بٹالوی، حاشیہ اشاعۃ السنۃ، ج ۱، شمارہ اوّل، ص ۱۱

[۲] ظہیر، البریلویۃ ص ۳۶

Marfat.com

۱۸۵۸ء کے بعد پھر ہم کو خطِ آزادی دیا اور جس نے اپنی ایک نگاہِ عنایت اور ایک دستخطی فرمان سے ہمارے خونوں کو معاف کیا، ہماری جائدادیں واپس کیں۔" [1]

ملکہ ہماری سلطنت ہی کے لیے بنائی گئی ہے

"جب ایسی شفیق ملکہ پروردگار نے ہماری خوش قسمتی سے ہماری سلطنت کے واسطے بنائی ہے تو بتائیے کہ عقلاً و عرفاً و شرعاً کیونکر ہم اس کی خوشی کو اپنی خوشی نہ سمجھیں؟ اس کے رنج کو اپنا رنج تصور نہ کریں، اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہم پر نفرین ہے۔" [2]

ہم ڈنکے کی چوٹ پر گورنمنٹ کا ساتھ دیں گے

"اگر آپ کے دست و بازو میں قوت ہو جہاد کیجیے، مگر یاد رکھیے کہ ایسے صاحب کا ساتھ دو، ایک خارج از عقل ہی دیں گے اور میں اور میرے ساتھی تو ڈنکہ کی چوٹ سے بادشاہِ وقت کا ساتھ دیں گے۔" [3]

ملکہ کی خیر خواہی میں جان دینا باعث فخر

اور سچ یہ ہے کہ اپنی ملکہ کی خیر خواہی کے واسطے جس کی سلطنت میں لکھو کھہا فوائد ہم کو حاصل ہوئے ہیں، اپنی جان کھو دینے یا بدخواہ کی جان لینے کو اپنا فخر

---

[1] محمد یونس، اہل حدیث، اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اوّل، ص ۲۴

[2] ایضاً، ص ۳۱

[3] ایضاً، ص ۲۲

Marfat.com

سمجھتے ہیں۔

۱۸۵۷ء کے مجاہد بے وقوف تھے

"وہ لوگ اگرچہ ہمارے بزرگ یا قرابتی ہوں، بے وقوف اور نادان تھے، جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر کو برپا کیا تھا، اصل بات یہ ہے کہ وہ ہماری طرح اس سلطنت کے فوائد سے واقف نہ تھے۔" لہ

برٹش گورنمنٹ ہی میں ہماری ترقی ہے

"بہتر ہے وہ صاحب افغانستان میں سنت کی پیروی کا وعظ کہیں یا مکہ معظمہ میں حدود شرعی کو جاری کریں یا بخارا میں جو ایک مسلمانی ریاست روس کے ماتحت ہے، اپنے کو غیر مقلد ظاہر کریں۔ حضرت اس صورت میں یا تو آپ کا ہاتھ یا کان یا ناک نہ ہوگا یا آپ خود نہ ہوں گے۔ برٹش گورنمنٹ ہی میں آپ کی ترقی چلتی ہے اور جگہ کیا مجال جو آپ اپنی زبان تک ہلا سکیں۔" لہ

مسلمانوں کو برٹش کا مطیع بنانا

ڈاکٹر ابو محمد جمال الدین، اہل حدیث (کھوری، ضلع ساگر) زیرِ عنوان "اس ایک مسئلہ خلافت کے بیان کے بے انتہا فوائد ہیں" لکھتے ہیں:

- مسلمانوں کو برٹش کا زیادہ مطیع بنانا، اس کے فوائد بھی واقفانِ معاملات پولٹیکل پر مخفی نہیں ہیں۔
- مسٹر بلنٹ (جو ترقی و بہی خواہ اسلام ہیں اور بہبودیٔ اسلام کے کام کرنے میں

لہ محمد یونس، اہل حدیث: اشاعۃ السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اوّل، ص ۳-۲۲

لہ ایضاً، ص ۲۴

Marfat.com

ساعی ہیں) کی مخالفت سے لوگوں کو باز رکھنا جس سے اتفاق اہلِ اسلام و ترقی اسلام کی تدابیر میں رخنہ اندازی نہ ہونے پاوے۔ ان میں سے ہر ایک فائدہ میں اور بھی بے شمار فوائد ہیں۔"[1]

انعامِ وفا

اشاعۃ السنۃ کی فائلوں سے چند اقتباسات گزشتہ صفحات میں پیش کیے گئے ہیں جن سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اہل حدیث کے وکیل مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنی پوری جماعت کو انگریز حکومت کے دامنِ مہر و وفا سے وابستہ رکھا، یہاں تک کہ گورنمنٹ نے نہ صرف ان کی وفاداری کا کھلے دل سے اعتراف کیا بلکہ اظہارِ خوشنودی کے طور پر انعامات سے بھی مالا مال کیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اپنی وصیت میں لکھتے ہیں،

"اراضی جو خدا تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے، چار مربع ہے۔"[2]

مسعود عالم ندوی (اہل حدیث) لکھتے ہیں:

"ہندوستان کی جماعت اہل حدیث موجودہ شکل میں نمایاں ہوئی اور ان کے سرگروہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکارِ انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا اور حدیہ کہ وقت کے بعض مشہور حنفی علماء (مولانا فضلِ حق خیر آبادی اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ کو سرکار سے بغاوت کے طعنے دیئے۔"[3]

انعام ملنے کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں،

"مولوی محمد حسین بٹالوی نے جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ (الاقتصاد فی مسائل الجہاد) فارسی زبان میں تصنیف فرمایا تھا اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی

---

[1] ابو محمد جمال الدین، اشاعۃ السنۃ، ج ۷، شمارہ ۸، ص ۲۲۷

[2] محمد حسین بٹالوی اشاعۃ السنۃ، ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۲۷۷

[3] مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۸-۲۷

Marfat.com

شائع کرائے تھے۔ معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں "جاگیر" بھی ملی تھی۔ اس رسالہ کا پہلا حصہ ہمارے پیشِ نظر ہے پوری کتاب تحریف و تدلیس کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔" [1]

بٹالوی صاحب نے اپنی پوری قوم کو اس رنگ میں رنگ دیا تھا۔

"اس رسالے (الاقتصاد) میں جہاد کو منسوخ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے ..... اردو، انگریزی، عربی میں اس کے ترجمے بھی شائع ہوئے اور انگریزی اور اُردو ترجمے سر چارلس ایچی سن اور سر جیمس لائل گورنران پنجاب کے نام معنون کیے گئے ..... اللہ مرحوم کی مغفرت کرے، اس کتاب پر انعام سے بھی سرفراز ہوئے تھے، جماعتِ اہل حدیث کو فرقہ کی شکل دینے میں ان کا حصہ ہے اور یہی وہ بزرگ ہیں، جنہوں نے اس سادہ لوح فرقے میں وفاداری کی خوبو پیدا کی ہے۔" [2]

واقعہ بھی یہ ہے کہ انگریز اپنے وفاداروں کو نوازنے میں بخل سے کام نہیں لیتا تھا، اس نے اپنے وفاداروں کو نوازا اور خوب نوازا — امام احمد رضا بریلوی پر ان کے مخالفین شدید سے شدید تر الزامات عائد کرنے سے نہیں چوکتے، لیکن آج تک بڑے سے بڑا مخالف یہ ثابت نہیں کر سکا کہ انہیں یا اُن کے صاحبزادوں کو گورنمنٹ نے شمس العلماء کا خطاب دیا ہو کوئی جاگیر یا کوئی انعام دیا ہو؟ پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ وہ انگریز کے حمایتی یا وظیفہ خوار تھے اور انگریز کے سب سے بڑے دشمن علماء اہل حدیث تھے؟

---

[1] مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۷

[2] ایضاً، ص ۴ - ۱۷۳

Marfat.com

میاں نذیر حسین دہلوی

میاں صاحب ۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵ء میں بہار کے ایک گاؤں سُورج گڈھا میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء میں دہلی میں فوت ہوئے [۱] طویل عمر پائی۔ تلامذہ کی بڑی تعداد یادگار چھوڑی، اہل حدیث میں شیخ الکل کے لقب سے مشہور ہوئے۔ برٹش گورنمنٹ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔

پہلا دور

میاں صاحب کے اُستاد اور خسر مولانا عبدالخالق دہلوی اور دوسرے اُستاد شاہ محمد اسحاق دہلوی حنفی تھے اور غیر مقلدین کے طرزِ عمل کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے ـــــ نواب محمد قطب الدین نے ۱۲۸۵ھ میں ایک کتاب تحفۃ العرب والعجم کے نام سے لکھی، اس میں لکھتے ہیں،

"اُس وقت میں جناب مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم اور مولوی محبوب العلی صاحب مرحوم اور مولوی عبدالخالق صاحب مرحوم دہلی میں موجود تھے اور یہ صاحب ایسے لوگوں (غیر مقلدین) سے بہت ہی ناراض رہتے تھے اور ان کے کلمات سُن کر چہرۂ مبارک سُرخ ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ پھر یہ لوگ ضال (گمراہ) ہیں اور مولوی محبوب العلی صاحب ایسے لوگوں (کو) بہتر فرقہ کا ملغوبہ فرماتے تھے اور قلع قمع ان لوگوں کا بوجہ احسن کرتے تھے ..... اور مولوی عبدالخالق صاحب بھی ان کا ردّ کد

---

[۱] عبدالحی لکھنوی، حکیم: نزہۃ الخواطر (نور محمد کراچی) ج ۸، ص ۵۰۱ - ۴۹۷

Marfat.com

بوجہ احسن فرماتے تھے اور خوب ان کی گت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ چھوٹے رافضی ہیں۔"[1]

اس وقت میاں صاحب بھی حنفی تھے اور غیر مقلدین کے رد میں سعی بلیغ کرتے تھے۔ نواب صاحب لکھتے ہیں ؛

"منجملہ ان کے سید نذیر حسین صاحب نے بھی دفع اس فتنہ میں بہت سعی کی کہ مولوی حقی اور عبدالمجید پوربی سے اس باب میں بہت گفتگو کرکے ان کو ساکت کیا بلکہ اُن کے جواباتِ شکوک میں ایک رسالہ لکھا اور اس میں تعریفیں امام صاحب کی اور حقیت اپنے مذہبِ حنفی کی اور جواب مخالفین کے اور مرجوحیت مذہبِ غیر کی بیان کی اور رواۃ احادیث پر جو خلافِ احادیث متمسکہ مذہب حنفی کی ہیں۔ جرح و قدح بوجہ احسن فرماکر ان کو ضعیف جتایا اور بارہا اپنی زبانِ مبارک سے ان لامذہبوں کو رافضیوں کا بھائی کہا۔"[2]

ایک وقت تھا کہ میاں صاحب دل و جان سے احناف کا ساتھ دیتے تھے اور غیر مقلدین کا زبانی اور قلمی رد کرتے تھے۔ نواب صاحب لکھتے ہیں ؛

"اس بلا کے دفع میں سید نذیر حسین صاحب بجان و دل ہمارے ساتھ رہے حتیٰ کہ "تنویر العینین" کے مضامین کے رد میں جس کو لوگ منسوب مولانا اسمٰعیل کی طرف کرتے ہیں۔ مدلل ایک رسالہ عربی میں لکھا اور سورۂ فاتحہ کے نہ پڑھنے میں پیچھے امام کے بھی ایک رسالہ لکھا اور اخفاءِ آمین اور عدم رفع یدین وغیرہ میں بھی خوب خوب عبارتیں اور روایتیں لکھیں اور لکھا کہ عدم رفع یدین نماز میں احق ہے اور رفع منسوخ اور مذہب حنفی کی بہت سی تعریفیں لکھیں، چنانچہ وہ اب تک میرے ایک

---

[1] محمد قطب الدین دہلوی، نواب، تحفۃ العرب والعجم (مطبع حسنی، دہلی)، ص ۳-۴

[2] ایضاً، ص ۴

Marfat.com

دوست کے پاس موجود ہیں۔" [1]

اس وقت میاں صاحب دعوے سے کہتے تھے کہ مذہب حنفی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ نواب قطب الدین لکھتے ہیں :

"اور چونکہ سید صاحب اس فقیر سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ ہر جمعہ کو میرے ہاں آتے اور بارہا فرماتے کہ ہم اور تو کچھ جانتے نہیں، ہم کو کوئی بتا دے کہ فلانا مسئلہ حنفیہ کا خلاف قرآن یا حدیث کے ہے۔ دیکھو تو ہم کیسا قرآن و حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ [2]

دُوسرا دَور

طالب علمی کے دور میں ہی میاں صاحب کے مزاج میں آزادروی کے آثار پائے جاتے تھے، اسی لیے ایک موقع پر شاہ محمد اسحاق نے کہا تھا :

"اس لڑکے سے وہابیت کی جھلک آتی ہے۔" [3]

پچاس سال کی عمر تک حنفی رہنے کے بعد اس وقت رنگ بدلا، جب جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز ہندوستان میں اپنے قدم جما چکا تھا، ابتداءً غیر مقلدین کی نشست میاں صاحب کے ہاں رہتی تھی، ان کے ہاں حلقہ جمتا تھا۔

"بعد غدر کے لامذہبوں نے یہ پیرایہ اختیار کیا کہ سید نذیر حسین صاحب کے پاس حلقہ باندھ باندھ کر بیٹھنا شروع کیا۔ کیا مسجد میں، کیا ان کے مکان پر، اور جب کوئی بات لامذہبی کی منہ سے نکالیں یا عمل کریں، تو حوالہ سید صاحب کا

---

[1] محمد قطب الدین، نواب، تحفۃ العرب والعجم ص ۵

[2] ایضاً، ص ۶ - ۵

[3] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ (مکتبہ شعیب، کراچی) ص ۵۷

Marfat.com

دے دیں، ہم لوگ ان کو جھٹلاویں کہ تم جھوٹے ہو، وہ ایسے ہرگز نہیں ہیں ——
اور جو کوئی صاحب، سید صاحب سے ان کا مقولہ کہے کہ وہ آپ کا حوالہ دیتے ہیں،
تو سید صاحب یہی فرماویں کہ وہ جاہل ہیں، اُن کا کیا اعتبار ؟

آخر نوبت بایں جا رسید کہ اماموں پر اور ان کے اتباع پر کھُلم کھُلا تبرّے ہونے
اور اِتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ کے مصداق لگے ٹھہرانے۔"[1]

میاں صاحب کا ایک طرف احترامِ اساتذہ ملاحظہ ہو:

"بیانِ مسائل میں بھی انہیں بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے
"ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں" اس پر کوئی آزاد طبع طالب علم اگر کہہ دیتا کہ حضرات
کا کہنا سند نہیں ہو سکتا، جب تک قرآن و حدیث سے سند نہ دی جائے، تو بہت
خفا ہو کر فرماتے "مردود! کیا یہ حضرات گھس کٹے تھے، ایسی ہی اڑان گھائی اڑاتے تھے"[2]

دُوسری طرف ائمۂ مجتہدین سے بے اعتنائی کا یہ عالم:

"آپ جب کوئی حدیث صحیح فرماتے اور کوئی شخص اس کے معارض کسی ائمۂ مذہب
کا قول پیش کر دیتا، تو برہم ہو کر فرماتے۔ سنو! یہ بزرگ ہم سے بڑے، میرے باپ
سے بڑے، دادا سے بڑے، مگر رسولِ خدا سے بڑے نہیں۔"[3]

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ ائمۂ مجتہدین ساری عمر گھاس کاٹتے رہے تھے،
اسی لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف احکام بیان کر دیتے تھے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ
میاں صاحب کے اساتذہ شاہ محمد اسحاق اور مولانا عبدالخالق وغیرہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے مقلد اور حنفی تھے۔

---

[1] محمد قطب الدین، نواب: تحفۃ العرب والعجم ص ۶
[2] فضل حسین بہاری: الحیاۃ بعد المماۃ ص ۳۰۳
[3] ایضاً: ص ۲۸۵

Marfat.com

پھر تو میاں صاحب نے کھل کر تقلید ائمہ کا لبادہ اُتار دیا اور غیر مقلدین کے امام کہلائے
نواب محمد قطب الدین لکھتے ہیں ؛

"لا مذہبوں نے نہ مانا اور لا مذہبی میں زیادہ مصر ہوئے اور نشست و برخاست سید صاحب (کے) پاس زیادہ رکھنے لگے اور سید صاحب کو ایسا ورغلانا اور اپنی سانٹھ سانٹھا کہ سید بھی ان کی ممنونی و مشکوری میں لٹو بن کر ان کی حمایت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ میں تو بیس، بائیس برس سے ایسا ہی تھا، پر کسی کو معلوم نہ تھا اور میں کیا کروں، مجھ کو نو یونہی سوجھتی ہے۔" لہ

میاں نذیر حسین دہلوی کو وہابیت اور ترک تقلید کی راہ پر لگانے میں سرسید کا بھی ہاتھ تھا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں ؛

"سرسید احمد خاں ایک ممتاز اہل حدیث عالم مولانا محمد ابراہیم آروی کو اپنے ایک مکتوب مورخہ ۱۰ فروری ۱۸۹۵ء میں لکھتے ہیں ؛
جناب سید نذیر حسین دہلوی صاحب کو میں نے "نیم چڑھا وہابی" بنایا ہے۔ وہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے، مگر اس کو سنت ہی جانتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں، لوگوں کے خیال سے اس کو نہیں کرتے۔ جناب ممدوح میرے پاس تشریف لائے تھے۔ جب یہ گفتگو ہوئی، میں نے سنا کہ میرے پاس سے اُٹھ کر وہ جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اُس وقت سے رفع یدین کرنے لگے۔" ٹہ

نواب محمد قطب الدین نے تنویر الحق اور توقیر الحق کے نام سے دو رسالے لکھے جن میں مذہب حنفی کو قرآن و حدیث اور اجماع کے دلائل سے ثابت کیا اور امام معین کی تقلید کی ضرورت کو واضح

لہ محمد قطب الدین، نواب ؛ تحفۃ العرب والعجم ص ۷-۶

ٹہ محمد ایوب قادری، پروفیسر ؛ برگِ گل، سرسید نمبر نقش ثانی (اُردو کالج، کراچی) ص ۲۸۶-۲۸۵

Marfat.com

کیا۔ میاں صاحب نے ان کے جواب میں معیار الحق نامی کتاب لکھی،

"سو تنویر الحق کے جواب میں رسالہ معیار لکھا کہ اس سے تمام مقلدین کیا اولیا اور کبار علماء و صلحاء، متقدمین و متاخرین مشرک و بدعتی ٹھہرے، سید صاحب کی ذات سے بعید ہے کہ ایسے واہیات لکھیں اگرچہ اس کام سے وہ امصار و دیار میں ایسے بدنام و خوار ہوئے ہیں کہ حاجت بیان کی نہیں، پر اس کو بھی انہوں نے اپنا نام و نمود سمجھا"[1]

نواب صاحب ائمہ مجتہدین کی راہ سے برگشتہ لوگوں کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"افسوس صد افسوس! ان لوگوں سے کہ مذہب مجتہدین خیر القرون کا چھوڑ کر تابع داری غیر مجتہد نافہم اس زمانہ فساد انگیزی کی کرتے ہیں اور زبان طعن کی اکابر دین پر دن رات جاری رکھتے ہیں۔ بیت ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند"[2]

انعام یافتہ وفادار

دیگر علماء اہل حدیث کی طرح میاں صاحب بھی برٹش گورنمنٹ کے دل و جان سے وفادار تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں پاس وفاداری کی خاطر حصہ نہ لیا۔ ان کے سوانح نگار نے جلی سُرخی قائم کی ہے:

"گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ وفاداری (لوائلٹی)"[3]

---

[1] محمد قطب الدین، نواب، تحفۃ العرب والعجم ص ۷

[2] ایضاً، ص ۱۱

[3] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۲۴

Marfat.com

اس شہ سرخی کے تحت سوانح نگار لکھتے ہیں :

"حج کو جاتے وقت بھی جو چھٹی کمشنر دہلی وغیرہ نے میاں صاحب کو دی تھی، اس کی نقل سفر حج کے بیان میں ہدیۂ ناظرین کی جائے گی، مگر اسی کے ساتھ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب بھی گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے، زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ دیا، تو میاں صاحب نے نہ اس پر دستخط کیا نہ مُہر۔ وہ خود فرماتے تھے کہ "میاں وہ ہلڑ تھا، بہادر شاہی نہ تھی۔ وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا ---؟ حشرات الارض خانہ براندازوں نے تمام دہلی کو خراب کیا، ویران، تباہ اور برباد کر دیا، شرائطِ امارت و جہاد بالکل مفقود تھے، ہم نے تو اس فتوے پر دستخط نہیں کیا، مہر کیا کرتے اور کیا لکھتے ؟ مفتی صدر الدّین خاں صاحب چکّر میں آ گئے۔

بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے مگر وہ باغیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہو رہے تھے، کرتے تو کیا کرتے ؟"[1]

یہ وہ چیختے ہوئے حقائق ہیں جو خود بخود سب کچھ ظاہر کر رہے ہیں، واقعات کو توڑ مروڑ کر ان سے من مانے نتائج نہیں نکالے گئے۔

حالتِ جنگ میں درس جاری رہا

جن حضرات نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں کسی طور پر بھی حصّہ لیا۔ سقوطِ دہلی کے وقت ان پر نزع کی کیفیت طاری تھی، لیکن میاں صاحب پورے اطمینان کے ساتھ درس و تدریس میں مصروف تھے۔ اگر اس جنگ میں ان کا کوئی حصّہ ہوتا یا انہیں کسی قسم کا خطرہ دامن گیر ہوتا تو حالت دگرگوں ہوتی۔

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۲۴-۱۲۵

Marfat.com

"دوسرے امتحان میں ۱۸۵۷ء کے غدر میں آپ کامیاب ہوئے جس زمانے میں مولانا عبداللہ غزنوی قدس سرہ آپ سے صحیح بخاری پڑھتے تھے اور صحن مسجد کے اوپر سے توپ کے گولے دنا دن گزرتے تھے، یہاں تک کہ ایک روز ایک گولہ حالتِ سبق میں آ گرا، مگر نہ آپ (میاں صاحب) ہراساں ہوئے اور نہ صحیح بخاری کو بند کیا اور جب تک انگریزوں نے دلی کو فتح کرکے اہلِ دلی کو نکال نہ دیا، آپ نے جان کے خوف سے دِلّی نہ چھوڑی۔" [۱]

جہاد باعثِ ہلاکت و معصیت

میاں صاحب کے فتووں کے مجموعہ فتاویٰ نذیریہ کی کتاب الامارۃ والجہاد میں ایک سوال یہ ہے کہ جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ میاں صاحب نے جواب دیا کہ جہاد فرض کفایہ ہے، "مگر جہاد کی کئی شرطیں ہیں، جب تک وہ نہ پائی جائیں گی، جہاد نہ ہوگا۔" پھر فرضیتِ جہاد کی چار شرطیں بیان کی ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

"پس جب یہ بات بیان ہو چکی، تو میں کہتا ہوں کہ اس زمانے میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہیں، تو کیونکر جہاد ہوگا ہرگز نہیں۔" [۲]

خاص طور پر انگریزی اقتدار کے دور میں جہاد کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علاوہ بریں ہم لوگ مُعاہد ہیں، سرکار سے عہد کیا ہوا ہے، پھر کیوں کر عہد کے خلاف کر سکتے ہیں؟ عہد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے۔" [۳]

ایک سائل نے سوال کیا کہ ہندوستان میں جہاد جائز ہے یا نہیں؟ میاں صاحب جواب

---

[۱] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۴۷

[۲] پندرہ روزہ تقاضے، لاہور، ۱۸۵۷ء کا جہاد نمبر (بحوالہ فتاویٰ نذیریہ، مطبوعہ لاہور، ج ۴، ص ۲۸۴)

[۳] ایضاً، فتاویٰ نذیریہ، ج ۴، ص ۱۰۴

Marfat.com

میں جہاد کے جائز ہونے کی دو شرطیں بیان کر کے لکھتے ہیں،

"ہندوستان میں شوکت و قوت اور قدرت سلاح و آلات مفقود ہے اور ایمان پیمان یہاں موجود ہے۔ پس جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت اور معصیت کا ہوگا۔" ؎۱

کتنی صراحت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ موجودہ حالات میں نہ صرف یہ کہ جہاد نہیں کیا جا سکتا' بلکہ جہاد کرنا گناہ ہے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں،

"مفلس پر اعانتِ مال نہیں، بے دست و پا پر اعانتِ اعمال نہیں و لہٰذا مسلمانانِ ہند پر حکمِ جہاد و قتال نہیں۔" ؎۲

اس عبارت کا مطلب سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ مسلمانوں پر موجودہ بے بسی کے عالم میں جہاد فرض نہیں ہے۔ دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں،

"رہا جہاد سنانی (نیزے اور ہتھیاروں سے جہاد) ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ نصوص قرآنِ عظیم ہم مسلمانانِ ہند کو جہاد برپا کرنے کا حکم نہیں اور اس کا واجب بتانے والا مسلمانوں کا بدخواہ مبین۔" ؎۳

امام احمد رضا بریلوی نے جہاد کے ناجائز اور حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دیا' بلکہ فرمایا کہ مسلمانوں میں طاقت نہیں، لہٰذا جہاد واجب نہیں' اس فتوے کی بنا پر کیسے کیسے الزامات لگائے گئے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں،

"مسلمانوں میں مشہور کیا گیا کہ وہ انگریزی استعمار کے ایجنٹ اور اُن کے لیے کام کر رہے ہیں۔" ؎۴ (ترجمہ)

؎۱ پندرہ روزہ تقاضے' لاہور بحوالہ فتاویٰ نذیریہ ج ۴، ص ۵-۲۸۴

؎۲ احمد رضا بریلوی، امام، دوام العیش (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۴۶

؎۳ ایضاً، رسائل رضویہ (مکتبہ حامدیہ، لاہور) ج ۲، ص ۲۰۸

؎۴ ظہیر، البریلویۃ ص ۴۳

Marfat.com

مزید ترقی کرتے ہوئے کہا جاتا ہے :

"یہی بات ہندوستان میں انگریزی استعمار کے ایجنٹ اور بریلوی کے ہمعصر قادیانی نے کہی دترجمہ)[1]

اگر انصاف و دیانت کا کوئی حصہ دل کے کسی گوشے میں موجود ہے ــــ اور خوفِ آخرت کا معمولی سا عکس بھی آئینۂ قلب پر جلوہ فگن ہے، تو انصاف سے بتائیے کہ فتویٰ کی یہ زبان میاں نذیر حسین دہلوی کے بارے میں کیوں نہ استعمال کی جائے جو صرف جہاد کو ناجائز ہی نہیں بلکہ گناہ قرار دے رہے ہیں، مولوی محمد حسین بٹالوی پر یہ فتویٰ کیوں نہ لگایا جائے جو نہ صرف مسلمانانِ ہند پر جہاد کو حرام قرار دے رہے ہیں، بلکہ ان کے نزدیک دنیا کے کسی بادشاہ کا گورنمنٹ سے جہاد جائز نہیں جیسے کہ اس سے پہلے اوراق میں گزر چکا۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اس حکم میں کیوں داخل نہیں، وہ تو حکومت کے وفادار اور جہاد کو حرام قرار دیتے ہیں جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

انگریزی میم کی حفاظت

مولوی فضل حسین بہاری لکھتے ہیں :

عین حالتِ غدر میں جبکہ ایک ایک بچہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا، مسز لیسنس ایک زخمی میم کو میاں صاحب رات کے وقت اٹھوا کر اپنے گھر لے آئے پناہ دی، علاج کیا، کھانا دیتے رہے۔ اس وقت اگر ظالم باغیوں کو خبر بھی ہو جاتی تو آپ کے قتل اور خانماں بربادی میں مطلق دیر نہ لگتی۔ طرّہ اس پر یہ تھا کہ پنجابی کٹرہ والی مسجد کو تغلبا باغی دخل کئے ہوئے تھے، اسی میں اس میم کو چھپائے ہوئے تھے، مگر ساڑھے تین مہینے تک کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ حویلی کے مکان میں کے آدمی ہیں ؟

---

[1] ظہیر : حاشیہ البریلویۃ ص ۴۳

تین مہینوں کے بعد جب پوری طرح امن قائم ہو چکا، تب اس نیم جاں میم کو جو اَب بالکل تندرست و توانا تھی، انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا جس کے صلے میں مبلغ ایک ہزار تین سو روپیہ اور مندرجہ ذیل سارٹیفکیٹیں ملیں [1]

عین اُس وقت جب مجاہدین پر قیامت گزر رہی تھی، میاں صاحب جان پر کھیل کر میم کی جان بچاتے ہیں، ساڑھے تین ماہ تک بحفاظت اپنے گھر پر رکھتے ہیں اور جنگ کے خاتمے پر اسے انگریز کے حوالے کر کے ایک ہزار تین سو روپے (جو موجودہ دَور کے ایک لاکھ تیس ہزار روپے سے کسی طرح کم نہ ہوں گے) بہ طورِ انعام وصول کیے، حالتِ جنگ میں معمولاتِ تدریس حسب معمول جاری ہے، اس کے باوجود انہیں استعمارِ انگریزی کا دشمن اور عظیم مجاہد قرار دیا جائے[2] تو یہ تاریخ کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی ہوگی۔

مشہور مؤرخ غلام رسول مہر لکھتے ہیں،

یہ بھی صحیح ہے کہ میاں نذیر حسین مرحوم نے ایک زخمی انگریز عورت کو جو بے بس پڑی تھی، اُٹھا کر اپنے ہاں علاج کیا تھا، وہ تندرست ہو گئی اور اُسے اُس کی خواہش کے مطابق دہلی کا محاصرہ کرنے والی انگریزی فوج کے کیمپ میں پہنچا دیا تھا، مگر اس کا صلہ کچھ نہیں لیا تھا اور کہا تھا یہ میرا اسلامی فرض تھا۔[3]

حیرت ہے کہ میاں صاحب ایک ہزار تین سو روپے اور تعریفی سرٹیفکیٹ وصول کریں، شمس العلماء کا خطاب بھی پائیں، اس کے باوجود مہر صاحب کہتے ہیں کہ "اس کا صلہ کچھ نہیں لیا تھا۔ کیا یہ سب کچھ اسلامی فرض کی ادائیگی کے ضمن میں آئے گا؟

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۲۷

[2] ظہیر، البریلویۃ ص ۷، ۲۴

[3] غلام رسول مہر، افاداتِ مہر (شیخ غلام علی، لاہور) ص ۲۳۶

Marfat.com

سرٹیفکیٹ (اعزازیہ سند)

میاں صاحب کو مسز لیسنس کی حفاظت کے بدلے میں نہ صرف نقد انعام ملا بلکہ تعریفی سرٹیفکیٹ بھی جاری کیے گئے۔ ذیل میں ایک سرٹیفکیٹ کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے اس سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ اس کے علاوہ بھی متعدد سرٹیفکیٹ وصول کیے گئے تھے:

دہلی: مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۷۷ء

از: ڈبلیو جی واٹر فیلڈ آفیشیٹنگ کمشنر

مولوی نذیر حسین اور ان کے بیٹے شریف حسین اور اُن کے دوسرے گھر والے غدر کے زمانے میں مسز لیسنس کی جان بچانے میں ذریعہ ہوئے۔ حالتِ مجروحی میں انہوں نے ان کا علاج کیا۔ ساڑھے تین مہینے اپنے گھر میں رکھا اور بالآخر دہلی کے برٹش کیمپ میں اُن کو پہنچا دیا۔

وہ کہتے ہیں کہ ان کی انگریزی سرٹیفکٹس ایک آتش زدگی میں جو ان کے مکان واقع دہلی میں ہوئی تھی، جل گئیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اُن کا کہنا بہت ہی قرینِ امکان ہے۔ غالباً ان کو جنرل نیوایل چیمبرلین، جنرل برنارڈ اور کرنل سائیٹر وغیرہم سے سرٹیفکیٹس ملی تھیں۔ مجھ کو وہ واقعات اور مسز لیسنس کا کیمپ میں آنا اچھی طرح یاد ہے۔

ان لوگوں کو اس خدمت کے صلہ میں مبلغ دو سو اور چار سو روپیہ ملے تھے، مبلغ سات سو روپیہ بابت تاوان منہدم کیے جانے مکانات کے ان لوگوں کو عطا کیے گئے۔ یہ لوگ ہماری قوم سے حسنِ سلوک اور الطاف کے مستحق ہیں۔" [1]

---

[1] فضل حسین بہاری: الحیاۃ بعد المماۃ ص ۳-۱۳۲

Marfat.com

راولپنڈی کی نظر بندی

فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر وفاداری کے باوجود میاں صاحب کو گرفتار کر کے ایک سال تک راولپنڈی میں نظر بند کیوں رکھا گیا؟ اس کا ایک جواب جو حقائق پر نہیں، بلکہ محض عقیدت پر مبنی ہے اور "مریداں ہمی پرانند" کا مصداق ہے، یہ ہے:

"آخر میں انگریزوں نے وہابیہ کے خلاف کارروائی میں، اہل حدیث کے امام کبیر اور اُن کے قائد و زعیم، شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کی گرفتاری کا فیصلہ کیا، لیکن وہ اُن کی علمی ہیبت، بُلند مقام اور مسلمانوں میں اثر و نفوذ سے خائف تھے اس لیے ان کے معاملے میں مجبور ہو گئے تاکہ مسلمان بھڑک نہ اُٹھیں اور قیامت نہ آجائے، اس لیے کچھ عرصہ کی قید کے بعد اُنہیں رہا کرنا پڑا۔"[1] (ترجمہ)

لیکن حقائق کسی دوسری سمت اشارہ کر رہے ہیں۔ سردست ایک سرٹیفکیٹ کا مطالعہ کیجیے جو حقیقتِ حال کے جاننے میں معاون ثابت ہوگا۔

"مؤرخہ: ۷ار ستمبر ۱۸۸۱ء

از: میجر جی۔ ای۔ ینگ کمشنر

میں نے اس سرٹیفکیٹ کی اصل کو ملاحظہ کیا ہے (جو اس سے پہلے نقل کیا جا چکا ہے) اور مسٹر لیسنس سے بھی مجھ کو وہ حالات معلوم ہوئے ہیں جو اس میں مندرج ہیں، یہ امر قرینِ امکان ہے کہ مولوی نذیر حسین اور شریف حسین کے بیان کیے ہوئے حالات نے مخالفوں کو ان کا دشمن بنا دیا ہے۔"[2]

ساڑھے تین ماہ تک انگریزی میم کو پناہ میں رکھا گیا، اس وقت تو مجاہدین کو کانوں کان

---

[1] ظہیر: البریلویۃ ص ۳۸
[2] فضل حسین بہاری: الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۳۳

Marfat.com

خبر نہ ہوئی، تاہم بعد میں یہ خبر چھپی نہ رہ سکی، اس لیے جنگِ آزادی کے جیالوں کا برہم ہونا یقینی تھا۔
اس سے قبل گزر چکا ہے کہ پنجاب کے انگریزی اقتدار میں آجانے کے بعد سرحد میں مقیم "مجاہدین" کو کارروائی کے ختم کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ انگریز کا مقصد پورا ہوچکا تھا اور اس حکم پر عمل کرانے کے لیے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے سرحد جانے والے چندہ پر پابندی لگادی گئی اور تشدد اس قدر بڑھا کہ اہل سرحد کے ساتھ خط و کتابت رکھنے والوں پر بھی مقدمے قائم کردیئے گئے اسی ضمن میں میاں صاحب کی بھی مخبری کردی گئی کہ یہ بھی سرحد والوں سے خط و کتابت رکھتے ہیں؛

"میاں صاحب پر بھی مواخذہ ہوا جو صرف مخبروں کی غلط خبر رسانی اور اہل کاروں کی غلطی پر مبنی تھا اور آپ تا تحقیقاتِ کامل کم و بیش ایک برس تک راولپنڈی کے جیل میں نظر بند رہے۔

دہلی میں میاں صاحب کے مکان اور مسجد کی جب تلاشی ہوئی، تو دوسروں (اہلِ سرحد) کے بھیجے ہوئے خطوط بہ تعدادِ کثیر، بے ٹھکانے دری پر، چٹائی پر، دری کے نیچے، چٹائی کے نیچے، چارپائی کے نیچے، کتابوں میں پائے گئے۔ پوچھا گیا کہ آپ کے ہاں اس قدر بہ کثرت خطوط کیوں آتے ہیں؟ آپ نے کہا کہ وجہ اس کی تو بھیجنے والوں سے پوچھنی چاہیے یا ان خطوط میں دیکھنا چاہیئے۔" [1]

خطوط دیکھے گئے ان میں کوئی ایسی بات نہیں ملی جس سے انگریز کی مخالفت یا حکم عدولی کا سُراغ مل سکے؛

"خطوط جو پڑھے گئے تو ان میں اس کے سوا کیا دھرا تھا کہ فتویٰ کا سوال ذیل میں درج ہے ــ حضور اس کا جواب جلد بھیج دیں ــ فلاں مسئلے میں کیا حکم ہے ــ؟ وغیرہ وغیرہ۔" [2]

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۳۵

[2] ایضاً؛ ص ۱۳۶

Marfat.com

ظاہر ہے ان خطوط میں انگریز دشمنی کا کوئی مواد نہ تھا، اس کے برعکس اس قسم کا کوئی فتویٰ مل سکتا تھا، پوچھا گیا کہ مولوی عبداللہ صاحب جو علاقہ خراسان میں ہیں، وہ امام وقت ہیں یا نہیں؟ یہ عبداللہ صاحب "مجاہدین کے امیر تھے۔ میاں صاحب نے جواب میں امام اکبر کی شرائط بیان کرنے کے بعد لکھا؛

"اب میں کہتا ہوں کہ مولوی عبداللہ جو علاقہ خراسان میں ہیں بسبب فقدان شرط اول کے یعنی قریشی نہ ہونے کے امام نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ انصاری ہیں۔" [۱]

جب میاں صاحب، عبداللہ صاحب کو امام ہی تسلیم نہیں کرتے، تو ان سے ربط وضبط یا مالی امداد کیا معنی رکھتی ہے اور انگریز کو کھٹک کیوں باقی رہتی؟

"الغرض بعد تحقیقات کامل یہ بات روز روشن کی طرح کھل گئی کہ ان پر مؤاخذہ محض ناجائز ہے اور یہ بالکل بری الذمہ ہیں، اس لیے رہا کر دیئے گئے۔"

یہ باتیں ہیں جو میاں صاحب کے ظاہر باطن کے یکساں ہونے پر دلالت کرتی ہیں، وہ جس طرح غدر ۱۸۵۷ء میں مسز لیسنس کی جان بچانے سے وفادار ثابت ہوتے تھے، اسی طرح ۶۵-۱۸۶۴ء کے مقدمۂ بغاوت میں بھی بے لگاؤ ٹھہرے" [۲] کہا جاتا ہے،

"جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا" (ترجمہ) [۳]

حالانکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ میاں صاحب کے اہل حدیث سوانح نگار بھی اس جنگ کو غدر ہی قرار دے رہے ہیں، خود میاں صاحب کہتے تھے:

"میاں وہ ہلڑ تھا، بہادر شاہی نہ تھی۔" [۴]

---

[۱] فتاویٰ نذیریہ (بحوالہ پندرہ روزہ تقاضے، لاہور، ۱۸۵۷ء کا جہاد) ج ۳، ص ۲۸۲

[۲] فضل حسین بہاری: الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۳۷

[۳] ظہیر: البریلویۃ ص ۲۷

[۴] فضل حسین بہاری: الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۲۵

Marfat.com

اس عنوان پر اگر علمائے اہل حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے، تو ایک مبسوط مقالہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے جو سرٹیفکیٹ نقل کیے جا چکے ہیں، وہ اس مقدمہ کے بعد کے ہیں۔

سفرِ حج اور کمشنر دہلی کی چِٹھی

۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء میں میاں صاحب نے حج کا ارادہ کیا اور اس خیال سے کہ مخالفین جس طرح ۱۸۶۴ء کے مقدمہ میں غلط بیانی سے اُلجھا چکے ہیں، کہیں اس سفر میں بھی پریشان نہ کریں ــــ کمشنر دہلی سے مل کر یہ صورتِ حال بیان کی۔ کمشنر نے ایک چِٹھی انہیں دی جو اُن کی وفاداری کا سرٹیفکیٹ تھی اور وہ یہ تھی:

"مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں، جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔ وہ اپنے فرض زیارتِ کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد چاہیں گے، وہ اُن کو مدد دے گا، کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔

دستخط: جے ڈی ٹریملٹ بنگال
سروس کمشنر، دہلی و سپرنٹنڈنٹ
۱۰/ اگست ۱۸۸۳ء[1]

اللہ اکبر! انبیاء و اولیاء سے استمداد و استعانت (جو توسّل ہی کی قسم ہے) کو شرک قرار دینے والوں کا گورنمنٹ انگریزی سے یوں استمداد و استعانت کرنا اور وہ بھی سفرِ حج میں کیونکر مقتضائے توحید بن گیا؟

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۴۰

Marfat.com

ایک چٹھی مسٹر لیسنس سے بھی حاصل کی، جنگ کے دنوں میں جس کی میم کو گھر میں پناہ دی تھی:

"دوسری چٹھی مسٹر لیسنس نے بنام کونسل جدہ کے دی جس میں آپ کی خیرخواہی زمانۂ غدر کا مفصل بیان تھا۔ انہوں نے یہ بھی جتا دیا تھا کہ ان کے مخالفین بھی بہت ہیں اور ان میں سے بعض مکہ معظمہ میں یہاں سے بھاگ کر مقیم ہو گئے ہیں۔ مسٹر لیسنس نے یہ بھی استدعا کی تھی کہ برٹش گورنمنٹ کا نسل کا فرض ہے کہ ان کو ان کے مخالفین کے شر و فساد سے بچائے۔ یہ چٹھی برٹش کانسل مقیم جدہ (مکتوب الیہ) نے اپنے پاس رکھ لی۔" [1]

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۶۴ء میں میاں صاحب پر جو مقدمہ قائم کیا تھا، وہ غلط مخبری کی بنا پر تھا۔ اب انگریز کا دل ان کی طرف سے مکمل طور پر صاف ہو چکا تھا۔

ہندوستان دارالامان

فضل حسین بہاری لکھتے ہیں:

"ہندوستان کو ہمیشہ میاں صاحب دارالامان فرماتے تھے، دارالحرب کبھی نہ کہا۔" [2]

گورنمنٹ خدا کی رحمت

میاں صاحب کے تلمیذ خاص اور سفر حج کے رفیق مولوی تلطف حسین نے ایک موقع پر پاشا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

---

[1] فضل حسین بہاری: الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۴۱-۱۴۰

[2] ایضاً: ص ۱۳۴

Marfat.com

"ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لیے خدا کی رحمت ہے۔ [1]

امام احمد رضا بریلوی کا فتویٰ یہ تھا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے دارالحرب نہیں ہے
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ "دو اہم فتوے" اس موقف کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ امام احمد رضا بریلوی کو اس موقف کی بنا پر آزادئ وطن کی تحریکوں کا مخالف، جہاد کی حرمت کا قائل اور دوسروں کی خوشنودی کے لیے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ دینے والا قرار دیا جاتا ہے۔ [2]

کیا یہ سب فتوے میاں نذیر حسین اور اُن کے شاگرد مولوی تلطف حسین پر بھی لگائے جائیں گے؟

---

[1] فضل حسین بہاری، الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۶۲

[2] ظہیر، البریلویۃ ص ۴۰

Marfat.com

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ابن اولاد حسن قنوجی ۱۲۴۸ھ/ ۱۸۳۲ء میں بانس بریلی میں پیدا ہوئے [۱] ابتدائی کتابیں اپنے بھائی سے پھر فرخ آباد اور کانپور کے اساتذہ سے پڑھیں پھر زیادہ تر درسِ نظامی کی کتابیں صدر الصدور مفتی صدرالدین خاں آزردہ سے پڑھ کر سندِ تحصیل حاصل کی۔ پھر بھوپال میں قاضی زین العابدین انصاری یمانی سے حدیث کا درس لیا۔ [۲]

زینۂ ترقی

۱۲۸۶ھ/ ۱۸۷۰ء میں بھوپال کے محکمۂ نظارت المعارف، پھر محکمۂ دیوان الانشاء میں ملازم ہوئے۔ ملکۂ بھوپال نواب شاہجہاں بیگم بیوہ تھیں، ان کے شوہر نواب باقی محمد خاں کئی سال پہلے فوت ہو گئے تھے [۳]

۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۲ء میں حکومتِ برطانیہ کے ایماء پر ملکۂ بھوپال نے نواب صاحب کے ساتھ نکاح کر لیا۔ نواب صاحب کا بیان ہے:

ثم تزوجت بی فی سنة ۱۲۸۸ھ بعد ما اجازته بذالك السلطنة البرطانية فی عهد حكومة لارد میو حاكم الهند نزیل دارالامارة كلكتة [۴]

---

[۱] عبدالحی لکھنوی، حکیم، نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۸۷

[۲] ابوالحسن علی ندوی، نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۸۷-۸

[۳] ایضاً، ص ۱۸۹

[۴] نواب صدیق حسن بھوپالی، ابجد العلوم (مکتبۂ قدوسیہ، لاہور) ج ۳، ص ۲۸۴

Marfat.com

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں؛

"جب دوسرا سال گزرا، رئیسہ معظمہ نے اپنی زوجیت سے مجھے عزت و افتخار بخشا اور یہ امر باطلاعِ گورنمنٹ عالیہ و حسبِ مرضی سرکارِ انگلشیہ ظہور میں آیا۔" [1]

اس جگہ قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر گورنمنٹ کو ملکہ کے نکاح کرنے اور خاص طور پر نواب صاحب ہی کے ساتھ کیا دلچسپی تھی؟ ـــــ نواب صاحب کے سوانح نگاروں نے اس عقدہ کو حل نہیں کیا، لیکن اس سوال کا جواب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ نواب صاحب گورنمنٹ کے انتخاب اور معیار پر پورے اترتے تھے، انہیں نوازنا مقصود تھا، اس لیے نوازا اور خوب نوازا۔ یہاں تک کہ ملکہ بھوپال کو اُن کے ساتھ عقد پر مجبور کر دیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں جنہوں نے کسی طور پر حصہ لیا تھا، وہ یا تو اگلے جہان پہنچ چکے تھے یا کالے پانی اور جیلوں میں زندگی کی گھڑیاں گن رہے تھے۔ نواب صاحب ایسے خوگرانِ وفا کو نہ نوازا جاتا تو کسے نوازا جاتا؟

نواب صاحب لکھتے ہیں؛

"یہ علاقہ موجب ترقیٔ منصب اور عروج و عزتِ روز افزوں کا ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہامی سے سرفرازی حاصل ہوئی اور خلعتِ گرامی قیمتی دو ہزار روپیہ مع اسپ و فیل و چنور و پالکی و شمشیر وغیرہ عنایت ہوا، بعد چندے خطاب نوابی و امیر الملکی و والا جاہی ۱۷ فیر شلنگ سے سر بلندی عطا فرمائی اور اقطاع یک لک روپیہ سال اس پر مزید مرحمت ہوئے۔" [2]

یہ بھی نواب صاحب کا بیان ہے؛

"ہندوستان کے مسلمان ہمیشہ سے مذہبِ شیعی یا حنفی رکھتے ہیں۔" [3]

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمانِ وہابیہ ص ۲۸

[2] ایضاً، ص ۲۸

[3] ایضاً، ص ۴۳

"اور ہند کے اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کمتر اہل حدیث ہیں۔[1]

نواب صاحب اور دیگر علماء اہل حدیث نے مسلمانانِ ہند کے قدیم اور اکثریت کے طریقے سے برأت کر کے الگ راہ اختیار کی؛

"ہم لوگ صرف کتاب و سنّت کی دلیلوں کو اپنا نا دستور العمل ٹھہراتے ہیں، اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں"[2]

حقیقت یہ ہے کہ احناف کتاب و سنّت کے دلائل پر ہی عمل کرتے ہیں۔ وہ دلائل جو دنیا بھر کی مسلم آبادی کی اکثریت کے امام، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس مذہب کے دیگر ائمہ نے بیان کیے ہیں، جبکہ نواب صاحب اور اُن کے ہم خیال اپنے فہم اور اپنے استدلال پر اس قدر اعتماد کرتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کے دلائل کو خاطر میں ہی نہیں لاتے۔ نواب صاحب کی یہی ادا گورنمنٹ کی نظروں میں باعثِ محبوبیت تھی؛

"اور یہ آزادگی ہماری مذاہب مروّجہ جدیدہ سے عین مراد قانون انگلشیہ ہے"[3]

حکیم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں؛

وکان کثیر النقل عن القاضی الشوکانی وابن قیّم وشیخہ ابن تیمیۃ الحرانی وامثالھم، شدید التمسک بمختاراتھم وکان لہ سوء ظن بائمۃ الفقہ والتصوف جدا، لاسیما ابی حنیفۃ[4]

قاضی شوکانی، ابن قیّم اور اُن کے شیخ ابن تیمیہ حرّانی وغیرہم کی عبارات بہت نقل

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمانِ وہابیہ ص ۵۷

[2] ایضاً، ص ۲۰

[3] ایضاً، ص ۲۰

[4] عبدالحی لکھنوی، حکیم نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۹۱

Marfat.com

کرتے اور ان کے مختارات کو شدت کے ساتھ اپناتے، وہ ائمہ فقہ و تصوف خصوصاً امام ابو حنیفہ سے بہت بدگمانی رکھتے تھے۔"

اسی طرزِ عمل کے پیشِ نظر نواب وحید الزماں نے لکھا تھا:

"ہمارے اہلِ حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل شہید نوراللہ مرقدہم کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے۔ جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑ گئے، بُرا بھلا کہنے لگے، بھائیو! ذرا تو غور کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کی تقلید چھوڑی، تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں، ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ [1]

نواب صاحب کا دوسرا امتیازی وصف گورنمنٹ سے وفاداری تھا، چنانچہ ایک موقع پر کچھ مخالفین نے ان کے خلاف گورنمنٹ کے کان بھرنا چاہے:

"مگر حکام عالی منزلت، یعنی کارپردازان دولتِ انگلشیہ کو چونکہ تجربہ اس ریاست کی خیرخواہی اور وفاداری کا عموماً اور اس بے صولت و دولت کا خصوصاً ہو چکا ہے، اس لیے تہمت ان کی پایۂ ثبوت کو نہ پہنچی [2]

جہاد کا عزم گناہ کبیرہ ہے

نواب صاحب لکھتے ہیں:

"علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملکِ ہند میں جب سے حکامِ والا مقام فرنگ فرماں روا ہیں۔ اس وقت سے یہ ملک دارالحرب ہے، یا

---

[1] محمد عبدالحلیم چشتی: حیات وحید الزماں (نور محمد، کراچی) ص ۱۰۲

[2] صدیق حسن خاں بھوپالی: ترجمانِ وہابیہ ص ۲۹

Marfat.com

دارالاسلام ؛ حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے، ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتوٰی ہے کہ یہ "دارالاسلام" ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنیٰ؟ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔

اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن وامان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں۔ جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔ غرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے یہ پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں۔" [1]

"وچوں براسلام باقی ماند جہاد دراں یعنی چہ بلکہ گناہے از گناہ وکبیرۂ از کبائر باشد۔" [2]

اور جب ہندوستان دارالاسلام ہے، تو یہاں جہاد کا کیا مطلب؟ بلکہ گناہوں میں سے ایک گناہ اور کبائر میں سے ایک کبیرہ ہے۔

۱۸۵۷ء کے مجاہدین مرتکب کبیرہ

"وآنانکہ اقدام بر قتل اصحاب دولت برطانیہ یا دیگر مردم مے کنند خود ایشاں از علم ودین بے بہرۂ محض افتادہ اند۔ ہر کہ شریعت اسلام را بروجہ تحقیق می شناسد از وے ہرگز ایں جریمۂ کبیرہ سرزدنمی تواند شد۔" [3]

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی نواب ؛ ترجمان وہابیہ ص ۱۵

[2] ایضاً ؛ عوائد المواعد (مطبع صدیقی، بھوپال) ص ۴۴

[3] ایضاً ؛ ص ۳۸

Marfat.com

جو لوگ اربابِ حکومتِ برطانیہ یا دوسرے لوگوں کے قتل پر اقدام کرتے ہیں، وہ خود علم اور دین سے محض بے بہرہ واقع ہوتے ہیں۔ جو شخص تحقیقی طور پر شریعتِ اسلام کو پہچانتا ہے، اس سے یہ بڑا جرم (گناہ کبیرہ) سرزد نہیں ہو سکتا۔

شرائطِ جہاد مفقود ہیں

ساری دنیا میں کوئی معتقد اس امر کا کہ جہاد و قتال خاص سرکارِ انگلشیہ سے جائز ہے، دوسرے سے نہیں، ہرگز نہیں، اس لیے کہ شرطیں اس عمل کی بتمامہا مفقود ہیں اور جمع ہونا ان شرطوں اور ضابطوں کا نہایت دشوار ہے۔" [1]

"غدر" میں اہل حدیث نے حصہ نہیں لیا

"جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور حکامِ انگلشیہ سے برسرِ عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدانِ مذہبِ حنفی تھے، نہ متبعانِ حدیثِ نبوی" [2]

جہاد نہیں فساد تھا

"اسی طرح زمانہ غدر میں جو لوگ سرکارِ انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی، وہ جہاد نہ تھا، فساد تھا۔" [3]

سب سے زیادہ خیر خواہ

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب، ترجمانِ وہابیہ ص ۳۰

[2] ایضاً، ص ۲۵

[3] ایضاً، ص ۵۴

Marfat.com

"کوئی فرقہ ہماری تحقیق میں زیادہ تر خیرخواہ اور طالبِ امن و امان و آسائش رعایا کا اور قدر شناس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ سے نہیں ہے جو آپ کو اہل سنّت وحدیث کہتا ہے اور کسی مذہبِ خاص کا مقلد نہیں۔" ؎

ملکۂ بھوپال کے اعزازات

بھوپال میں اصل اقتدار نواب شاہجہان بیگم کے پاس تھا، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے ابجد العلوم کی تیسری جلد میں ملکہ کا تذکرہ کیا ہے اور خاص طور پر گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والے اعزازات کا ذکر کیا ہے۔ عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

- ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں ملکہ نے بمبئی کا سفر کیا، وہاں اُسے پہلے درجے کا بلند خطاب، اور وزیر اعظم کے قلم سے "ممبر آف دی امپیریل آرڈر آف دی کرنڈ کمنڈر اسٹار آف انڈیا" کا شاہی نشان ملا اور وہ خاص اعزاز کے ساتھ خوش خوش بھوپال آئی۔
- ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں ملکہ دارالحکومت کلکتہ گئی اور وہاں ملکۂ انگلستان کے بڑے لڑکے اور ولی عہد پرنس آف ویلز سے ملاقات کی۔ پرنس نے ملکہ کی بہت تعظیم کی، گراں قدر تمغہ اور انگلستان کے مصنوعہ قیمتی تحائف پیش کیے۔
- اس سے پہلے ویلز کے بھائی پرنس ایڈنبرا سے ملاقات کی تھی اور اس نے بھی ملکہ کی انتہائی تعظیم کی تھی اور لندن سے ان کے لیے قیمتی اشیاء بھیجی تھیں اور حسبِ عادت میں بھی ان سفروں میں ان کے ساتھ تھا۔
- پھر ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں ملکہ نے دہلی کا سفر کیا اور انہیں عظیم الشان شاہی نشان ملا جس پر لکھا ہوا تھا: "اَلْعِزُّ مِنَ اللّٰہِ"
- گورنر جنرل نے ملکہ کو فرنگی تلوار، طلائی پٹکا اور جڑاؤ صندوق دیا تھا اور بیٹر کا اہم محافل

؎ صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب، ترجمانِ وہابیہ ص ۵۸

Marfat.com

میں زیب تن کرتے ہیں اور اس عظیم دربار اور بڑے اجتماع میں جہاں ہندوستان کے دُور و نزدیک کے تمام رؤسا حاضر تھے، ماضی کی تاریخ میں ایسا پُرشوکت اجتماع نہیں ہوا ہوگا۔ ہمارے لیے ملکۂ انگلینڈ کی طرف سے سترہ توپوں کی سلامی مقرر کی گئی جو ہمیں برطانیہ کے زیرِ نگیں علاقہ میں جانے اور آنے پر پیش کی جائے گی۔

- پھر ملکہ بھوپال کو ایک اور خطاب "کراؤن آف انڈیا" ملا، جس کا ترجمہ تاج ہند ہے[1]۔

ان تمام محافل میں نواب صاحب کی حیثیت اگرچہ ثانوی تھی، تاہم برطانوی حکام کی نگاہ میں اُن کی وفاداری کسی طرح بھی مشکوک نہ تھی، ورنہ وہ انہیں ملکہ کے شوہرِ نامدار کی حیثیت سے کبھی تسلیم نہ کرتے۔ آخر میں نواب صاحب لکھتے ہیں :

"مختصر یہ کہ ملکہ اس آخری زمانے اور نادار عصر میں ان فضائل کی جامع ہیں جو عورتوں میں کجا مردوں میں بھی بہت کم جمع ہوتے ہوں گے۔ وہ ان کمالات کی حامل ہیں جن کے بیان سے ترجمان کی زبان قاصر ہے اور یہ اُن کے بلند مناقب کے میدان سے ایک ذرّہ اور اُن کی بزرگیوں کے دریاؤں سے ایک قطرہ ہے۔"[2]

دَورِ ابتلاء

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ نواب صاحب کے مخالفین انہیں حکومت کی نظروں میں گرانے کی کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ دوسری طرف گورنمنٹ کو جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں زبردست دھچکا لگ چکا تھا، اس لیے جس شخص کے بارے میں ذرّہ برابر بھی شبہ پیدا ہو جاتا اس کے خلاف شدید سے شدید تر کارروائی سے بھی گریز نہ کیا جاتا۔

انگریزی حکومت کے وکیل نے ازراہِ دشمنی ہندوستان کے حکام کے پاس شکایت کی اور نواب صاحب

---

[1] صدیق حسن خان بھوپالی، نواب، ابجد العلوم ج ۳، ص ۲۸۶-۲۸۵

[2] ایضاً، ص ۲۸۷

Marfat.com

پر درج ذیل الزامات لگاتے:

۱۔ یہ تہمت لگائی گئی کہ انہوں نے اپنی بعض تالیفات میں جہاد کی ترغیب دی ہے۔

۲۔ وہ ہندوستان میں وہابی مذہب کی ترویج میں کوشاں ہیں اور اس مذہب وا... ہیں، جن پر انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی تہمت لگائی گئی ہے اور انہیں ...کا بہت شوق ہے۔

۳۔ انہوں نے ملکۂ بھوپال شاہجہان بیگم کو شرعی پردہ پر مجبور کیا ہے تاکہ نواب صاحب کو حکومت کے کلی اختیارات حاصل ہوجائیں، وغیرہ وغیرہ" [1] (ترجمہ)

اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ، انگریزی حکام سے پردے کے بغیر ملاقاتیں کرتی تھی اور نواب صاحب کی مجبوری یہ تھی کہ انہیں منع نہیں کرسکتے تھے نیز علی میاں (ابوالحسن علی ندوی) نے یہ بھی تصریح کردی کہ وہابیہ پر انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کی تہمت لگائی گئی تھی، حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

نواب صاحب کی تصنیف ترجمانِ وہابیہ اور موائد العوائد وغیرہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ وہ انگریزی حکومت کے ساتھ جہاد کو ناجائز اور گناہِ کبیرہ قرار دیتے تھے۔

"جب یہ ملک دارالاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی، بلکہ عزمِ جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔" [2]

اسی طرح وہ وہابی ہونے کی سختی سے تردید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں،

"جو لوگ ہند کے باشندوں کو وہابی ٹھہرا کر محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف

---

[1] ابوالحسن علی ندوی، نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۹۰

[2] صدیق حسن خاں بھوپالی، ترجمانِ وہابیہ ص ۱۵

Marfat.com

منسوب کرتے ہیں، ان کی عقل پر خدا کی طرف سے پردہ پڑا ہوا ہے۔[1]
لیکن نوشتۂ تقدیر کون مٹا سکتا ہے۔ مخالفین کی شکایتیں رنگ لائیں اور ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں یہ کاروائی کی گئی:

فانتزعت منہ القاب الامارۃ والشرف التی منحتہ ایاھا الحکومۃ الانجلیزیۃ والغی الامر باطلاق المدافع تعظیما[2]

ان سے امارۃ اور عزت کے القاب سلب کر لیے گئے جو انہیں انگریزی حکومت نے عطا کیے تھے اور ازراہِ تعظیم توپیں داغنے کا سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا۔

خدا یاد آیا

اس سے پہلے بھی گزر چکا ہے کہ نواب صاحب دورِ نوابی میں فقہ اور تصوف کے ائمہ کے حق میں سوءِ ظن رکھتے تھے، لیکن اب جو وہ سب کچھ قصۂ پارینہ بن چکا تھا۔ ایسے عالم میں انسان کا رجوع اللہ تعالیٰ اور اللہ والوں کی طرف ہو جاتا ہے یہی ان کے ساتھ بھی ہوا۔

حتّٰی انہ وفق بالتوبۃ عما کان علیہ من سُوءالظن بائمۃ الفقہ والتصوف وکتب ذلک فی آخر مقالات الاحسان ومقامات العرفان وھو ترجمۃ فتوح الغیب للشیخ الامام عبدالقادر الجیلی رضی اللہ عنہ وھو آخر مصنفاتہ ثم بعثہ الی دارالطباعۃ فطبع و وصل الیہ فی لیلۃ توفی الی رحمۃ اللہ سبحانہٗ

---

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی: ترجمانِ وہابیہ ص ۳۱

[2] ابوالحسن علی ندوی: نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۹۰

Marfat.com

فی تلک اللیلۃ۔ ؎۱

یہاں تک کہ انہیں فقہ وتصوف کے ائمہ کے حق میں بدگمانی سے توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ یہ بات انہوں نے "مقالات الاحسان ومقامات العرفان" کے آخر میں لکھی اور یہ شیخ، امام عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ کی تصنیف فتوح الغیب کا ترجمہ ہے اور نواب صاحب کی آخری تصنیف، انہوں نے یہ کتاب پریس میں بھیج دی تھی اور اس رات چھپ کر پہنچی جس رات اُن کی وفات ہوئی۔

وفات

۱۹ر جمادی الآخرہ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء کو نواب صاحب کی وفات ہوئی،

وقد صدر الامر من الحکومۃ الانجلیزیۃ ان یشیع ویدفن بتشریف لائق بالامراء واعیان الدولۃ کما کان لو بقیت لہ الالقاب الملوکیۃ والمراسیم الامیریۃ۔ ؎۲

انگریزی حکومت نے حکم جاری کیا کہ انہیں نوابوں والی شان وشوکت کے ساتھ دفن کیا جاتے، جیسے اس وقت دفن کیا جاتا، جبکہ اُن کے شاہی القاب اور امیرانہ نشانات برقرار ہوتے۔

بحالی

ماہِ ذوالحجۃ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں وفات کے پانچ ماہ بعد حکومت نے لقب "نواب" بحال کر دیا۔

؎۱ عبدالحی لکھنوی، حکیم، نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۳-۱۹۲

؎۲ ابوالحسن علی ندوی، نزہۃ الخواطر ج ۸، ص ۱۹۱

Marfat.com

وردت الیہ الحکومۃ لقب الامارۃ نواب" فی سلخ ذی الحجۃ سنۃ سبع وثلاث مائۃ والف[1]

یعنی ایک بار پھر نواب صاحب انگریزی حکومت کے ہاں سرخرو قرار پائے اور بغاوت و دوغیرہ کے شبہات غلط ثابت ہوئے، نواب صاحب کی رُوح اُس وقت یہ کہہ رہی ہوگی ؎

کی مِرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

تصانیف

"نواب صاحب نے ۲۲۲ کتابیں لکھیں" [2]

ولکنہ لا تخلوا تصانیفہ عن اشیاء، اما تلخیص او تجرید او نقل من لسان الیٰ لسان اٰخر۔ [3]

لیکن ان کی تصانیف، تصنیف کے زمرے میں نہیں آتیں یا تو کسی کتاب کی تلخیص ہیں یا تجرید یا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کی ہوئی ہیں۔"

دعوائے مجددیت

مولوی فضل حسین بہاری اہل حدیث لکھتے ہیں،

"نواب صدیق حسن خاں اور مولانا ابوالحسنات، مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کے باہمی مباحثات کو جس نے دیکھا ہوگا، وہ دیکھ لے گا کہ اپنی اپنی زبان سے مجدد ہونے کا کیونکر دعویٰ کیا گیا۔" [4]

---

[1] ابوالحسن علی ندوی:	نزہۃ الخواطر	ج ۸، ص ۱۹۰
[2] ابویحییٰ خاں نوشہروی،	تراجم علمائے حدیث (سبحانی اکیڈمی لاہور)	ص ۲۴۴
[3] عبدالحی لکھنوی (حکیم)،	نزہۃ الخواطر	ج ۸، ص ۱۹۱
[4] فضل حسین بہاری	الحیاۃ بعد المماۃ	ص ۸ — ۲۱۷

Marfat.com

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

معروف قلم کار اور ادیب ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ۷/۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۲ء میں بجنور میں پیدا ہوئے بجنور اور دہلی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ دو سال کنجاہ، پنجاب میں مدرس رہے۔ پھر کانپور چلے آئے۔ تعزیراتِ ہند کا انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا،

وکان یقع فی الحدیث الشریف و فی رواته و یقول هم جهال لا یعرفون العلوم الحکمیة ولا معانی الاحادیث الحقیقیة۔ [1]

حدیث شریف اور اُس کے راویوں پر اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ جاہل تھے، علومِ حکمیہ اور احادیث کے معانی حقیقیہ نہیں جانتے تھے

ترجمۂ قرآن

اُنہوں نے قرآن پاک کا اُردو ترجمہ کیا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، عربی اور اُردو میں مہارت کا دعویٰ رکھتے تھے،

ویوخذ علیه انه قد یختار التعبیر الذی لا یلیق بالملك العلام وجلال الکلام لغرامه باستعمال ما جری علی لسان اهل اللغة وشاع فی محاورة بعضهم لبعض وقد یتورط بذالك فیما یشیر

---

[1] عبدالحی لکھنوی، حکیم: نزہتہ الخواطر، ج ۸، ص ۴۹۴

Marfat.com

علیه النقد واللائمة۔ ؎۱

اُن پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ ترجمہ میں ایسے الفاظ لے آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اور کلامِ الٰہی کی عظمت کے لائق نہیں ہیں؎۲ کیونکہ انہیں اہلِ زبان کے استعمال اور اُن کے محاورات سے بہت شغف ہے، اس لیے وہ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن کی بنا پر ان پر تنقید اور ملامت کی جاتی ہے۔

سرسید کے تعلیمی نظریات کے بڑے مؤید تھے۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں وہ دہلی میں رہے لیکن تحریک سے کوئی تعلق نہ رکھا۔

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں:

پرنسپل ٹیلر نے محمد حسین آزاد کے گھر پناہ لی۔ ذکاء اللہ اپنے محبوب استاد پروفیسر رام چندر کی حفاظت کے لیے بھاگے بھاگے پھر رہے تھے اور نذیر احمد نے اپنے سسرال والوں کے تعاون سے ایک زخمی خاتون لیسنس کی جان بچائی . . . . . اگرچہ اس خیر خواہی کا سہرا خاندان کے دو بزرگوں (مولوی عبدالقادر اور مولوی نذیر حسین) کے سر ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ اس موقع پر نذیر احمد کی کارگزاری بھی کسی سے کم نہیں تھی۔" ؎۳

انگریز ہی سلطنت کے اہل ہیں

ڈپٹی صاحب ایک لیکچر میں کہتے ہیں:

؎۱ ابوالحسن علی ندوی؛ نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۹۴

؎۲ اس لحاظ سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا ترجمۂ قرآن "کنزالایمان" بے نظیر ہے کہ اس میں تعظیم الوہیت اور احترام رسالت و نبوت کا پورا پورا لحاظ کیا گیا ہے ۱۲ قادری

؎۳ افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، مولوی نذیر احمد دہلوی (مجلسِ ترقی ادب، لاہور)، ص ۸۰

Marfat.com

"۱۸۵۷ء کے غدر میں' میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز بھلے ہوں تو سمٹ کر تھوڑے دنوں کے لیے سمندر میں ہو رہیں۔ یہی باغیان ناعاقبت اندیش برخود غلط' جو عملداری کے تنزل سے خوش ہیں' چند روز میں عاجز آ کر بہ منت انگریزوں کو منا لائیں تو سہی۔ میرا اس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنتِ ہندوستان کے اہل ہیں۔"[۱]

ایک لیکچر کے چند نکات ملاحظہ ہوں:

- "ہماری سلطنت جاتی رہی تو خدا نے برٹش گورنمنٹ میں ہم کو اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہے۔
- لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ۰۰۰۰

پس ہم مسلمان تو مذہباً اطاعت حکام پر مجبور ہیں اور جو فعل موہم سرکشی ہو' ہمارے یہاں منہیات شرعیہ میں سے ہے۔

- انگریزوں کے ہم مسلمانانِ ہند پر اتنے حقوق ہیں کہ وہ اہلِ کتاب ہیں اور ہم سے عہدِ امن رکھتے ہیں اور تیسری بات یہ کہ ان کی حکومت، حکومتِ صالحہ ہے۔
- انگریزوں کی حکومت اگر حکومت صالحہ نہ ہوتی' تاہم مستامن ہونے کی حیثیت سے ان کی خیر خواہی اور اطاعت ہمارا فرض اسلامی ہوتا' فکیف جبکہ امن' آسائش اور آزادی کے اعتبار سے ہمارے حق میں خدا کی رحمت ہے اگر انگریز نہ آتے تو ہم کبھی کے کٹ مرے ہوتے۔"[۲]

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں:

---

[۱] افتخار احمد صدیقی: مولوی نذیر احمد دہلوی ص ۱۵۶

[۲] ایضاً: ص ۱۶۰

Marfat.com

انہوں نے اپنے خطبات اور مذہبی تصانیف میں نہ صرف انگریزی حکومت کی اطاعت کی تلقین کی، بلکہ انگریزوں سے معاشرتی روابط پیدا کرنے کے حق میں بھی مذہبی دلائل پیش کیے۔" [۱]

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ان الفاظ میں تلقین کرتے ہیں:

"آخر ہم ہندوؤں میں رہتے، ان سے ملتے جلتے ہیں اور ان کے ساتھ راہ و رسم رکھتے ہیں، تو انگریزوں کے ساتھ بدرجۂ اولیٰ ہم کو دُنیاوی ارتباط رکھنا چاہیے اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے، کیونکہ دریا میں رہنا اور مگرمچھ سے بَیر نبھ نہیں سکتا۔" [۲]

انعام

ڈپٹی نذیر احمد کی کتاب "مرآۃ العروس" پر حکومت نے گراں قدر انعام سے نوازا۔ مسٹر کیمپسن، ناظم تعلیمات صوبہ شمالی مغربی نے ان کی کتابیں دیکھیں، تو پسند کیں اور فرمائش کی کہ ان کی نقلیں میرے پاس بھیج دو:

دو ماہ بعد انہوں نے اطلاع بھیجی کہ مرآت العروس ایک ہزار روپے کے اوّل انعام کے لیے حکومت کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ صوبے کے لیفٹیننٹ گورنر سر ولیم میور نے آگرہ کے دربار میں انعام سے نوازا، مصنف کی عزت افزائی کے لیے اپنی جیب خاص سے ایک گھڑی مرحمت فرمائی۔ حکومت کی طرف سے کتاب کی دو ہزار جلدیں خریدی گئیں۔ [۳]

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے سر ولیم میور کی شان میں ایک عربی قصیدہ لکھا جس کے چند

---

[۱] افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر: مولوی نذیر احمد دہلوی ص ۳۸۶

[۲] ایضاً: ص ۱۵۹

[۳] ایضاً: ص ۸۷

Marfat.com

اشعار درج ذیل ہیں:

فانی اذا مارمت اظہار شکرکم
تقصر عنہ منطقی وبیانی
ولم ار قبلی قط من نال غایۃ
تخلف عنہا اھل کل زمان
نقودی فلی فی الف الف حاجۃ
قضاء دیون وافتکاک رھان
وغیرھما مالا اکاد اعدھا
وذا ساعتی صیغت من العقیان
اقلدھا جیدی لیعلم أننی
لسرولیم فی ربقۃ الاحسان

میں جب آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، تو میری گفتگو اور قوتِ گویائی ساتھ نہیں دیتی۔

میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس نے اس سے پہلے وہ بلند مقام حاصل کیا ہو جس سے تمام اہلِ زمانہ پیچھے رہ گئے ہیں۔

ایک ہزار نقد میں میری ہزار حاجتیں ہیں، قرضوں کی ادائیگی اور رہن کی واگزاری۔

ان کے علاوہ بے شمار حاجتیں ہیں، اور یہ گھڑی ہے جو سونے سے بنائی گئی ہے میں اسے اپنی گردن میں لٹکا کر رکھوں گا تاکہ معلوم ہو کہ میں سر ولیم کے قلادۂ احسان میں ہوں۔

Marfat.com

قاضی محمد سلیمان منصور پوری

قاضی صاحب سیشن جج پٹیالہ اور مصنف رحمۃ للعالمین نے ۳۰ مارچ ۱۹۲۸ء کو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے پندرھویں سالانہ اجلاس آگرہ میں ایک طویل خطبہ دیا، جس میں کانفرنس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

مقصد ششم

"اس کانفرنس کا حکومت کی وفاداری کے ساتھ ساتھ دینی و دنیوی ترقی کا انتظام کرنا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ کوئی مسلمان بھی، بغاوت یا مجرمانہ سازش یا معاندتِ سلطنت کا روادار نہیں، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا حُکم وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یاد ہے اور ہمیشہ یاد رہنا چاہیئے۔"[1]

مولوی ثناء اللہ امرتسری

مشہور مناظر مولوی ثناء اللہ امرتسری ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی احمداللہ امرتسری، مولوی عبدالمنان وزیرآبادی سے تعلیم پائی۔ دیوبند میں بھی پڑھتے رہے۔ کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری سے آخری کتابیں پڑھیں۔ تمام عمر امرتسر میں رہے۔ تقسیم کے بعد

[1] محمد سلیمان، منصور پوری، قاضی، خطباتِ سلیمان (مسلمان کمپنی، سوہدرہ، گوجرانوالہ) ص ۲۳۱

Marfat.com

پاکستان آ گئے۔ ۲۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں فوت ہوئے۔[1]

تفسیر یا تحریف؟

ان کی تصانیف میں سے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن عربی نے خوب شہرت پائی، اُن کے ہم مسلک اہل حدیث علماء نے اس تفسیر پر سخت تنقید کی۔ مولوی عبدالحی، مؤرخ لکھتے ہیں:

وقد تعقب علیہ بعض العلماء[2]

بعض علماء نے اس پر تعاقب کیا ہے۔

یہ تعاقب اتنا سرسری نہیں تھا، جس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اہل حدیث کے مُسَلّم عالم مولوی عبداللہ غزنوی کے شاگرد مولوی عبدالحق غزنوی نے ایک رسالہ الاربعین میں چالیس ایسے مقامات کی نشان دہی کی ہے جو ان کے نزدیک قابلِ اعتراض تھے۔ اس تفسیر کے بارے میں ان کے تاثرات یہ ہیں:

"الفاظ غلط، معانی غلط، استدلالات غلط، بلکہ تحریفات میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی۔"[3]

حقیقت میں یہ بے انصاف، ناحق شناس، بدنام کنندۂ نکو نامے چند ناحق اہل حدیث کو بدنام کر رہا ہے، بلکہ اہل حدیث سے بالکل مخالف اور اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔ فلاسفہ اور نیچریوں اور معتزلہ کا مقلد ہے ناسخ و منسوخ، تقدیر، معجزات، کرامات، صفاتِ باری، دیدارِ الٰہی، میزان، عذاب قبر، عرش، لوح محفوظ، دابۃ الارض، طلوع شمس از مغرب وغیرہ وغیرہ

---

[1] عبدالحی، حکیم: نزہۃ الخواطر (نور محمد، کراچی) ج ۸، ص ۹۶-۹۵

[2] ایضاً: ص ۹۵

[3] عبدالحق غزنوی: الاربعین (لاہور پرنٹنگ پریس لاہور) ص ۳

Marfat.com

جو اہل سنت میں مسائل اعتقادیہ اجماعیہ ہیں اور آیات قرآنیہ اُن پر شاہد ہیں اور علماء اہل سُنّت نے اپنی تفاسیر میں بالاتفاق جن آیات کی تفسیر ان مسائل کے ساتھ کی ہے۔ انہوں نے اُن سب آیتوں کو بتقلید کفرۂ یونان و فرقۂ ضالہ معتزلہ و قدریہ وجہمیہ خذلھم اللہ محرف و مبدل کر کے سبیل مؤمنین کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولّٰی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا کا مصداق بنایا۔" [1]

یہ صرف مولوی عبدالحق غزنوی کی ذاتی رائے نہیں ہے، لاہور، امرتسر، راولپنڈی، ملتان، مدراس اور دیوبند وغیرہ کے چوراسی ذمہ دار علماء نے اپنی تقریظوں میں الاربعین کی تائید کرتے ہوئے اس تفسیر کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور متقدمین کی تفاسیر کے مخالف قرار دیا ہے، ان میں اکثریت علماء اہل حدیث کی ہے۔ یہ تمام تقریظیں الاربعین میں شامل کر دی گئی ہیں۔

اہل حدیث کے امام مولوی عبدالجبار غزنوی لکھتے ہیں ؛

"مولوی مذکور نے اپنی تفسیر میں بہت جگہ تفسیر نبوی اور تفاسیر خیر قرون اور تفاسیر اہل سنت وجماعت کو چھوڑ کر تفسیر جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ فرق ضالہ کو لنتیا کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بایں ہمہ اہل سنت وجماعت بلکہ اہل سُنّت میں فرقہ اہل حدیث کا دعوٰی کرنا اس کی دھوکہ دہی اور ابلہ فریبی ہے، بلکہ اہل حدیث تو درکنار اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔" [2]

اہل حدیث کے وکیل مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں ؛

"تفسیر امرتسری کو تفسیر مرزائی کہا جائے تو بجا ہے، تفسیر چکڑالوی کا خطاب

---

[1] عبدالحق غزنوی : الاربعین ص ۵

[2] ایضاً الاربعین ص ۲۷

Marfat.com

دیا جائے تو رد ا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کا مصنف اس تفسیر سراپا الحاد وتحریف میں پورا مرزائی، پورا چکڑالوی اور چھٹا ہوا نیچری ہے۔" [۱]

اسی پر بس نہیں ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کی تجویز پر یہ مقدمہ سعودی عرب کے بادشاہ عبدالعزیز ابن سعود کے سامنے پیش کیا گیا۔ شاہ نے اپنے علماء کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا۔ انہوں نے الاربعین کی تائید کی اور امرتسری صاحب کو تائب ہونے کے لیے کہا۔

شیخ عبداللہ بن سلیمان آل بلیہد نے اپنی رائے اس انداز میں ظاہر کی ،

"میں نے ان کو اہل حدیث اور اہل سنت کے مذہب ومسلک کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی، مگر باوجود ان سب باتوں کے انہوں نے اپنی غلطیوں پر اصرار کیا اور معاندانہ روش اختیار کی [۲] (ترجمہ)

ریاض کے قاضی شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ نے لکھا،

"نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ اس کی اقتداء جائز ہے اور نہ اس کی شہادت قبول کی جائے اور نہ اس سے کوئی بات روایت کی جائے اور نہ اس کی امامت صحیح ہے، میں نے اس پر حجت قائم کردی، مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ پس اس کے کفر اور مرتد ہونے میں شک نہیں۔" [۳]

مولوی عبدالاحد خانپوری، اہل حدیث لکھتے ہیں ،

اور ثناء اللہ ملحد زندیق کا دین اللہ کا دین نہیں ہے ، اس کا کچھ دین تو فلاسفہ دہریہ نمارِدہ [۴] صائبین کا ہے جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن

---

[۱] عبدالحق غزنوی، الاربعین ص ۴۳

[۲] عبدالعزیز، فیصلہ مکہ (جمعیۃ مرکزیہ اہل حدیث ہند لاہور) ص ۱۵

[۳] ایضاً، ص ۱۷

[۴] نمرود کی جمع، بمعنی سرکش

Marfat.com

ہیں . . . . . اور کچھ دین اس کا ابوجہل کا ہے جو اس امت کا فرعون تھا بلکہ اس سے بھی بدتر ہے . . . . . . پس وہ بحکمِ قرآن واجب القتل ہے۔" [1]

یہ سب اہل حدیث کے ذمہ دار اور مستند علماء کے فتوے ہیں، مگر موجودہ دور کے اہل حدیث کے نزدیک وہ مسلّم شیخ الاسلام ہیں:

"اہل حدیث امرتسر کے نامور مدیر شیخ الاسلام حضرت مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ" [2]

اب سوال یہ ہے کہ کیا امرتسری صاحب نے اپنے ان اقوال سے توبہ کر لی تھی جن کی بنا پر مذکورہ بالا فتوے لگائے گئے تھے اور اگر نہیں تو شیخ الاسلام کے معزز ترین لقب ہی کا پاس کیا ہوتا؟

مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز

امرتسری صاحب مرزائیوں سے مناظرہ اور مقابلہ کرتے رہے، لیکن مرزائیوں کے بارے میں اُن کا موقف کیا تھا؟ مولوی عبدالعزیز، سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہل حدیث، ہند کی زبانی سنیئے مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی، آپ مرزائی کیوں نہیں؟

آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے۔ اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں؟

آپ نے مرزائیوں کی عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا۔ اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں ہوتے؟" [3]

---

[1] عبدالاحد خانپوری: الفیصلۃ الحجازیۃ السلطانیۃ (امان سر عبرتی پریس راولپنڈی) ص ۸

[2] ظہیر: مرزائیت اور اسلام ص ۱۴۸

ب ایضاً: ص ۱۸۱

[3] عبدالعزیز: فیصلہ مکہ ص ۳۶

Marfat.com

اس کے باوجود اگر انہیں شیخ الاسلام قرار دینے پر اصرار ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ وہ کونسا اسلام ہے؟ خدا ورسول کا اسلام تو ہو نہیں سکتا۔

آخر میں برٹش گورنمنٹ کے بارے میں اُن کا نظریہ بھی دیکھ لیجیے۔

غلام رسول مہر، اہل حدیث لکھتے ہیں،

"۱۹۲۲ء میں ایک اجتماع کا انتظام ہوا اور اس میں مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری بھی شریک تھے۔ وہ اہل حدیث کانفرنس کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے ہمیں کانفرنس کے اغراض و مقاصد دیئے، تو اُن میں پہلی شق یہ تھی؛

"حکومتِ برطانیہ سے وفاداری"

ہم نے عرض کیا کہ مولانا اسے تو نکال دیجیے۔ ہم ترکِ موالات کیے بیٹھے ہیں، تو وہ سخت غصے میں آگئے، لیکن اکثریت نے یہ شق نکلوادی۔" [1]

خیال فرمایا آپ نے کہ حکومتِ برطانیہ کی وفاداری کس قدر عزیز تھی؟ اکثریت نے اگرچہ یہ شق نکلوادی، مگر امرتسری صاحب آخر تک اس شق کے حذف کرنے کو قبول نہ کرسکے، پھر اس شق کا نکلوا دینا بھی محلِّ غور ہے، کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ۱۹۲۸ء میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے پندرھویں میں جو آگرہ میں منعقد ہوا تھا ــــ قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے اپنے خطبہ میں کانفرنس کا چھٹا مقصد حکومت کی وفاداری کو قرار دیا تھا۔

اُجلی پیشانیاں

گزشتہ اوراق میں سید احمد بریلوی، شاہ اسمٰعیل دہلوی، میاں نذیر حسین دہلوی، مولوی محمد حسین بٹالوی، نواب صدیق حسن بھوپالی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہم زعماء اہل حدیث کے انگریزی حکومت سے روابط و مراسم

[1] غلام رسول مہر: افاداتِ مہر (مرتبہ ڈاکٹر شیر بہادر پنی)، ص ۲۳۶

Marfat.com

اور وفاداری کے عہد و پیمان، ناقابلِ انکار شواہد اور حوالہ جات سے بیان کیے گئے ہیں، جن سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان حضرات کی اُجلی پیشانیوں اور درخشندہ جبینوں پر انگریز دشمنی کا داغ تک نہیں ہے۔ ان پر انگریز دشمنی کا الزام لگانے والا اُن کا دشمن تو ہو سکتا ہے، خیر خواہ اور عقیدت مند ہرگز نہیں ہو سکتا۔

برٹش گورنمنٹ کے خطاب یافتگان

مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی نے "الدرالمنثور فی تراجم اہل صادقفور" میں حکومتِ برطانیہ سے شمس العلماء یا خان بہادر کا خطاب پانے والے جن علماء اہل حدیث کا ذکر کیا، اُن کی فہرست پہلے ایڈیشن کے ٹائیٹل کے اندرونی صفحے پر دی ہے اور انگریزی حکومت کو گورنمنٹ عالیہ عادلہ کے القاب سے یاد کیا ہے اور حق شکر گزاری اس طرح ادا کیا ہے:

"خاص کر فرقۂ اہل حدیث کے لیے تو کسی اسلامی سلطنت میں بھی یہ آزادی مذہبی (کہ وہ بلا مزاحمت اپنے تمام ارکان دینی ادا کریں) نصیب نہیں جو برٹش حکومت میں انہیں حاصل ہے، پس ان کا فرض مذہبی و منصبی دونوں ہے کہ وہ ایسی عادل اور مہربان گورنمنٹ کی مطیع و فرماں بردار رعایا ہوں اور ہمیشہ دُعاگوئے سلطنت رہیں، فتدبر و تفکر ولا تکن من الغافلین[1]"

اگلے صفحے پر اس فہرست کا عکس ملاحظہ ہو، یاد رہے کہ یہ صرف وہ خطاب یافتہ اہل حدیث ہیں، جن کا ذکر "الدرالمنثور" میں ہوا ہے۔ ورنہ تتبع اور تلاش سے یہ فہرست مزید طویل ہو سکتی ہے۔

---

[1] عبدالرحیم عظیم آبادی، الدرالمنثور (ہادی المطابع، کلکتہ، پہلا ایڈیشن) ٹائیٹل ص ۲

Marfat.com

القرظ

مین اس جگہ ایک فہرست اون حضرات کی لکھتا ہون کہ جنکے نام نامی اس تذکرہ مین درج ہوئے ہین اور انکو ہماری گورنمنٹ عالیہ مدظلہا کی طرف سے خطاب عطا ہوا ہے اور وہ کل سات ہین پانچ ان مین سے وہ ہین کہ جنکو شمس العلما کا خطاب مرحمت ہوا اور دو وہ ہین جنکو خان بہادر کا خطاب بخشا گیا وھو ھذہ۔

نمبر۱۔ شمس العلما جناب حضرت مولانا محمد سعید قدس سرہ ساکن محلہ مغلپورہ شہر پٹنہ

نمبر۲۔ شمس العلما جناب مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ ساکن محلہ صادقپور شہر پٹنہ

نمبر۳۔ شمس العلما برادرم عزیز مولوی عبد الرؤف مرحوم و مغفور ساکن محلہ صادقپور شہر پٹنہ

نمبر۴۔ شمس العلما مولوی محمد عظیم صاحب ایم۔ اے پروفیسر میور سنٹرل کالج الہ آباد ساکن صادقپور پٹنہ

نمبر۵۔ شمس العلما جناب حضرت مولانا نذیر حسین مدظلہ محدث دہلوی ساکن سورجگڈھہ ضلع مونگیر

نمبر۶۔ خان بہادر جناب قاضی سید محمد اجمل مرحوم ساکن قصبہ باڑہ ضلع پٹنہ

نمبر۷۔ خان بہادر جناب قاضی مولوی فرزند احمد صاحب ساکن گیا

چونکہ یہ خطابات بلا عوض کسی خدمت کے محض براہ شفقت و مہربانی خسروانہ و عنایت شاہانہ ہم مسلمان لوگون کی عزت افزائی و قدر شناسی کے لئے گورنمنٹ عالیہ نے مرحمت فرمائے ہین پس ہم سب مسلمانون کو عموماً اور فرقہ اہل حدیث کو خصوصاً اور علی الخصوص خاندان صادقپور کو اسکا شکریہ قولاً و فعلاً ادا کرنا چاہیے کیونکہ الشکر یزید النعمۃ ہم مسلمانون کا فطرتی اور مذہبی شیوہ ہے کہ محسن کے احسان کا قولاً و فعلاً اعتراف کرین۔ جیسا کہ جناب سرور کائنات فخر موجودات رحمۃ للعالمین کا ارشاد ہے لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس پھر کون مسلمان ہوگا جو اسپر عمل نہین کریگا۔ خاصکر فرقہ اہل حدیث کے لئے تو کسی اسلامی سلطنت مین بھی یہ آزادی مذہبی (کہ وہ بلا مزاحمت اپنے تمام ارکان دینی ادا کرین) نصیب نہین جو برٹش حکومت مین انہین حاصل ہے۔ پس ان کا فرض مذہبی و منصبی دونون ہے کہ وہ ایسی عادل اور مہربان گورنمنٹ کی مطیع و فرمان بردار رعایا ہون اور ہمیشہ دعا گوئے سلطنت رہین فتدبر و تفکر ولا تکن من الغافلین ٭

الدر المنثور کے ایک صفحے کا عکس

ہ اس کتاب کی تالیف کے بعد مولوی محمد یوسف جعفری رنجوری کو سنہ ۱۹۱۵ء میں شمس العلماء کا خطاب دیگیا

Marfat.com

Marfat.com

یومِ رضا

مرکزی مجلس رضا لاہور، اعلیحضرت امام اہل سنت مجدد ملت شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کی علمی دینی اور ملی خدمات جلیلہ کے تعارف کیلئے کتب و رسائل شائع کرنے کے ساتھ ساتھ ہر سال آپکے یوم وصال (عرس مبارک) کے موقع پر جلسہ یوم رضا کا انعقاد کرتی ہے جس میں ملک کے نامور علماء، فضلا اور دانشور حضرات چودھویں صدی کے مجدد کی عظیم علمی خدمات اور بیمثال تجدیدی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ روح پرور تقریب جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور منعقد ہوتی ہے۔

ازیں علاوہ مرکزی مجلس رضا لاہور کی طرف سے ملک کے گوشے گوشے میں جلسہ ہائے یوم رضا منعقد کرنے کی ہر سال اپیل کی جاتی ہے اس تحریک سے ملک کے اکثر مقامات پر یوم رضا منایا جانے لگا ہے مگر ہم اس میں مزید وسعت کے خواہاں ہیں لہٰذا علماء کرام اور اہل سنت کی انجمنوں سے اپیل ہے کہ وہ یوم رضا کو وسیع پیمانے پر منانے کا اہتمام کیا کریں۔

الداعی حکیم محمد موسیٰ امرتسری صدر مرکزی مجلس رضا لاہور

Marfat.com

یومِ رضا

مرکزی مجلس رضا لاہور، اعلیحضرت امام اہل سنت مجدد ملت
شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کی علمی دینی اور ملی خدمات جلیلہ
کے تعارف کیلئے کتب و رسائل شائع کرنے کے ساتھ ساتھ ہر سال آپ کے یوم وصال
(عرس مبارک) کے موقع پر جلسہ یوم رضا کا انعقاد کرتی ہے جس میں ملک کے نامور
علماء، فضلا اور دانشور حضرات چودھویں صدی کے مجدد کی عظیم علمی خدمات اور بے مثال
تجدیدی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ روح پرور تقریب جامع مسجد نوری
بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور منعقد ہوتی ہے۔

ازیں علاوہ مرکزی مجلس رضا لاہور کی طرف سے ملک کے گوشے گوشے میں جلسہ
ہائے یوم رضا منعقد کرنے کی ہر سال اپیل کی جاتی ہے اس تحریک سے ملک کے
اکثر مقامات پر یوم رضا منایا جانے لگا ہے مگر ہم اس میں مزید وسعت کے خواہاں
ہیں لہٰذا علماء کرام اور اہل سنت کی انجمنوں سے اپیل ہے کہ وہ یوم رضا کو وسیع
پیمانے پر منانے کا اہتمام کیا کریں۔

الداعی حکیم محمد موسیٰ امرتسری صدر مرکزی مجلس رضا لاہور

Marfat.com

مد عبدالحلیم شرف قادری

شیشے کے گھر

مرکزی مجلس رضا لاہور

MMR

Marfat.com